شرک کیا ھے

شیخ الاسلام امام ابنِ تیمیہؒ

محمد صدیق کرنائیؔ
سکریٹری سلفیہ مسلم ایجوکیشنل اینڈ ریسرچ ٹرسٹ جموں وکشمیر
جمعیۃ منزل، بربرشاہ، سری نگر ۱۹۰۰۰۱ کشمیر

Scanned with OKEN Scanner

شرک کیا ہے

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ

محمد صدیق کرنائیؒ

سکریٹری سلفیہ مسلم ایجوکیشنل اینڈ ریسرچ ٹرسٹ جموں وکشمیر

جمعیۃ منزل، بربرشاہ، سری نگر ۱۹۰۰۱ کشمیر

مفت برائے تقسیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک دردمندانہ گزارش

آج الحاد اور خدا فراموشی کا ایک پرفتن دور ہے روحانی اور اخلاقی قدروں کو پامال کیا جارہا ہے۔ انسان جو اشرف المخلوق تھا ارذل المخلوق بنا ہے۔ زن، زر اور زمین کے لالچ نے انسان کو انسان کا شکاری بنا دیا ہے۔ ایٹم بموں میزائلوں اور کیمیاوی ہتھیاروں کے موجدوں نے خون انسانی کو ارزاں کر دیا ہے۔ اس پر تعجب کی بات یہ کہ یہی الحاد پسند اور سفّاک دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے یہ کہتے پھرتے ہیں کہ دنیا میں کوئی جھگڑا، نزاع اور اختلاف ہے تو وہ صرف مذہب کی وجہ سے ہے اس لئے مذہب کو دنیا سے ختم کیا جانا ضروری ہے اس مکروہ پروپیگنڈے کا سب سے بڑا ہدف ونشانہ اسلام کو بنایا جارہا ہے اس اسلام کو جو پوری انسانیت کے لئے امن وسلامتی کا پیغامبر ہے جس اسلام کا پیغمبر رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جس نے اس ٹریجڈی کے علاوہ دوسری الم انگیز بات یہ ہے کہ مسلمان اپنے دین ومذہب سے بے اعتنائی برت رہا ہے، سنت رسول اللہ جس پر اسلام کی پوری عمارت کھڑی ہے، سے انحراف کر رہا ہے۔ خصوصاً ہماری نئی نسل جو جدید تعلیم سے آراستہ ہو رہی ہے لادینی افکار ونظریات سے متاثر ہو کر ننگ اسلام بن رہی ہے۔ ایسے حالات میں قرآن وسنت کی تعلیمات کو عام کرنے کی کس درجہ ضرورت ہے محتاج بیان نہیں سلفیہ مسلم ایجوکیشنل اینڈ ریسرچ ٹرسٹ کا قیام اسی لئے عمل میں لایا گیا ہے تاکہ اس کے ذریعہ ایسا لٹریچر فراہم کیا جائے جو نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ پوری انسانیت کیلئے باعثِ ہدایت ورحمت ہو۔ خالق ومخلوق کے تعلقات کو استوار کر کے الحاد وزندقہ شرکیات وبدعات، ظلم وناانصافی، فحاشی وعریانی اور دوسری برائیوں کے زہر کو زائل کرنے میں مؤثر ثابت ہو۔ حق تعالیٰ شانہٗ ہمیں اس نیک مقصد میں کامیابی عطا فرمائے۔

سکریٹری
سلفیہ مسلم ایجوکیشنل اینڈ ریسرچ ٹرسٹ جموں وکشمیر
جمعیۃ منزل، بربرشاہ
سری نگر ۱۹۰۰۰۱ کشمیر

فہرست

عنوان	صفحہ
اقسامِ قبور	۵
باطل عقیدہ	۶
انبیاء و صلحاء کی قبریں	۶
آئمہ کا اتفاق	۶
سماعِ سلام و ارسالِ درود	۷
دعاء کی ممانعت	۷
سلام کے متعلق اختلاف	۸
روضہ کے پاس کھڑے ہونیکی ممانعت	۸
صدرِ اوّل کا دستور العمل	۸
اہلِ مدینہ کا طرزِ عمل	۹
صلوٰۃ و سلام کا مشروع طریقہ	۹
لفظ زیارت کی کراہیت اور اسکی تلافی	۱۰
زیارتِ قبور کا طریقہ	۱۰
زیارت شرعی و بدعی	۱۱
درسِ بصیرت	۱۲
نتیجہ بحث	۱۲
قبروں کے پاس نماز نہ پڑھنے کی فلاسفی	۱۳
ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ	۱۳
امام مالکؒ اور سلف صالحین	۱۳
ارشاد جنابِ رسالت مآب ﷺ	۱۴
روضۂ اطہر اور دوسری قبریں	۱۴
صحابہ کا دستور العمل	۱۵
رسول اللہ صلعم سے توسّل	۱۵
مخلوقات کے نام کا واسطہ	۱۶
نتیجۂ فکر	۱۶
منصبِ رسالت کا اقتضاء	۱۷
صریح ممانعت	۱۷
حفظِ ماتقدم	۱۸
دورِ حاضرہ میں زیارت قبور	۱۸
تعظیم قبور	۱۸
شیخ کے توسل سے مراد مانگنا	۱۹
مصیبت میں شیخ طریقت کو پکارنا	۲۰
قال اللہ و قال الرسول ﷺ	۲۰
رسول اللہ کا واسطہ دیکر سوال کرنا	۲۱
خلاصہ کلام	۲۳
عملِ شرک	۲۳
مشابہت نصاریٰ	۲۳
سلف صالحین کا قول	۲۳
آسمان دنیا پر نزول باری تعالیٰ	۲۴

Scanned with OKEN Scanner

عنوان	صفحہ
اوقاتِ دعاء	۲۵
مشاعرِ حج	۲۵
کلامِ مجید اور کعبہ	۲۵
مخلوقات کی قسم کھانا شرک ہے	۲۶
اللہ کے مقبول بندوں کی دعا	۲۷
توسل کے مشروع مسائل	۲۸
مخلوق کا واسطہ دیکر توسل چاہنا	۲۹
دو مستحسن طریق دعاء	۲۹
توسل بلا اسباب	۳۰
تشبیہ یہود و نصاریٰ	۳۱
بدعت کا دروازہ کھولنا	۳۱
دروغ بافی کی حد ہو گئی	۳۲
بیت المقدس کا صخرہ	۳۳
حضرت عمرؓ اور صخرہ	۳۳
سلف صالحین کا طرز عمل	۳۴
نیاز چڑھانا	۳۴
ذاتِ انواط	۳۵
بیعت الرضوان	۳۵
انبیاء و علماء کے مقدس مقامات	۳۶
شد رحال	۳۷
ایک تاریخی واقعہ	۳۷

عنوان	صفحہ
مسجد میں نماز پڑھنا	۳۸
مشاہد کے لیے سفر کرنا	۳۹
صحابہ اور تابعین کا طرز عمل	۳۹
قبر کو مسجد بنانا	۴۰
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر	۴۱
خلاصۂ کلام	۴۱
زیارت عقلان	۴۱
رباط حرمین کی خدمت سے افضل ہے	۴۲
فضیلت رباط کی وجہ	۴۴
دار السلام اور دار الکفر کی وجہ تسمیہ	۴۴
کسی جگہ کا محمود و مذموم ہونا	۴۵
انسان کی فضیلت کا انحصا	۴۵
عیسائیوں کی مشابہت	۴۶
لعنت و معصیت	۴۷
کفارتِ یمین	۴۸
صدقۂ ابرار	۴۹
غیر اللہ کا وسیلہ	۵۰
اسلام کا نچوڑ	۵۱
خالص اور ٹھیک عمل کی تشریح	۵۲
رہبانیت	۵۲
تمام انبیاء کا دین	۵۳

Scanned with OKEN Scanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اقسامِ قبور

کسی شخص کا یہ کہنا کہ فلاں فلاں قبروں کے پاس دعا مستجاب ہوتی ہے، اس قسم کا قول ہے جیسے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں ولی کی قبر تریاق مجرب ہے اور بہت سے لوگوں کا بعض خاص خاص قبروں کے متعلق یہی اعتقاد ہوتا ہے جس قبر کے متعلق اُن کا یہ اعتقاد ہوتا ہے، وہ بعض اوقات تو درحقیقت کسی صحابی یا اہلِ بیت کے کسی آدمی یا کسی دوسرے مردِ صالح کی قبر ہوتی ہے لیکن بعض اوقات یہ نسبت محض جھوٹ یا کم از کم مجہول الحال ہوتی ہے، چنانچہ قبورِ انبیاء علیہم السلام کی بابت ایسی ہی غلط اطلاعات مشہور ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قبر کی نسبت درست ہو۔ لیکن صاحبِ قبر صالحین میں سے نہیں بلکہ معمولی درجہ کا کوئی آدمی ہو۔

الغرض قبور کی یہ تمام قسمیں موجود ہیں اور ان کے مجاوروں اور خوش عقیدہ لوگوں نے ان کی بابت ایسی ہی باتیں مشہور کر رکھی ہیں کہ فلاں قبر کے پاس دعا یقیناً مستجاب ہوتی ہے اور بعض ان میں سے اپنا تجربہ بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں نے فلاں حاجت کے لئے دعا کی اور فوراً میری مشکل حل ہو گئی ہم (امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں) نے یہ بھی دیکھا ہے کہ بعض اوقات وہ قبر جس کو اس طرح استجابتِ دعا کا یقینی ذریعہ بتایا جاتا ہے کسی فاسق اور مبتدع بلکہ کافر کی قبر ہوتی ہے

باطل عقیدہ

بہر کیف کسی کا یہ کہنا یا عقیدہ رکھنا کہ انبیاء اور صالحین کی قبروں کے پاس دعا مستجاب ہوتی ہے۔ ایک ایسا قول یا اعتقاد ہے جس کی اصل کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود نہیں، کوئی صحابی یا تابعی یا مشہور امام اس کا قائل نہیں، مثلاً امام مالک، سفیان ثوری، اوزاعی، لیث بن سعد، امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، اسحٰق بن راہویہ، اور ابو عبیدہ رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین سب اس قول کے خلاف ہیں۔

انبیاء و صلحاء کی قبریں

مشائخ میں سے بھی کسی قابل اقتدار شیخ طریقت، مثلاً فضیل بن عیاضؒ ابراہیم بن ادھم اور ابو سلیمان دارانیؒ وغیرہ سے یہ قول منقول نہیں۔ صحابہ و تابعین، آئمہ عظام اور مشائخ متقدمین میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ انبیاء اور صالحین کی قبروں کے پاس بالعموم یا ان میں سے کسی خاص قبر کے پاس دعا مستجاب ہوتی ہے وہ تو یہ بھی نہیں کہتے کہ انبیاء اور صالحین کی قبروں کے پاس دعا کرنا دوسری جگہ دعا کرنے سے افضل ہے، یا وہاں پر نماز پڑھنے میں کسی دوسری جگہ کے نماز پڑھنے سے زیادہ ثواب ہے۔ کوئی بھی ان بزرگانِ دین میں سے اس قسم کی قبروں کے پاس دعا کرنے یا نماز پڑھنے کے لئے قصداً نہیں جاتا تھا

آئمہ کا اتفاق

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل البشر اور تمام بنی نوع انسان کے سردار ہیں اور روئے زمین پر کوئی دوسری ایسی قبر نہیں جس کی بابت یقینی طور پر کہا جا سکے کہ یہ نبی کی قبر ہے اور اس کی نسبت صحیح ہو، حتیٰ کہ ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر میں بھی اختلاف موجود ہے۔ بایں ہمہ آئمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس جا کر صرف یہ کرے کہ آپؐ پر آپؐ کے دونوں خلفاء پر درود و سلام

بھیجے، کیونکہ سنن اربعہ میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جو شخص مجھ پر سلام کہتا ہے اللہ تعالیٰ میری روح کو لوٹا دیتا ہے اور میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں، یہ ایک جید الاسناد حدیث ہے۔

سماعِ سلام وارسال درود

نیز ابن ابی شیبہ اور دار قطنی کی روایت میں ہے کہ "جو شخص میری قبر کے پاس آکر سلام کرتا ہے میں اس کو سنتا ہوں اور جو کوئی مجھ پر سلام بھیجتا ہے وہ مجھ کو پہنچا دیا جاتا ہے" اس کا اسناد کسی قدر کمزور ہے لیکن دوسرے شواہد سے اس کی تقویت ہوتی ہے کیونکہ اہل سنن نے مختلف اسنادوں سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا، یا رسولؐ اللہ! ہمارا درود آپؐ پر کس طرح پیش کیا جائے گا۔ جب کہ آپؐ کی ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی ہوں گی؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کا گوشت کھانا حرام کر دیا ہے۔"

نسائی وغیرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری قبر پر کچھ فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو مجھ کو میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں۔

دعا کی ممانعت

تمام علماء امت میں سے کوئی بھی اس بات کا قائل نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس دعاء مقبول ہے اور نہ ہی اس بات کو مستحب بتایا ہے کہ آپؐ کی قبر کی طرف متوجہ ہو کر دعا کا قصد کرے بلکہ اس کی نقیض تشریح ہے اور سب علماء امت کا اس

بات پر اتفاق ہے کہ قبر مبارک کی طرف منہ کرکے دعا نہ کرے۔

سلام کے متعلق اختلاف

سلام کے متعلق اختلاف ہے۔ اکثر آئمہ مثلاً امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ کا قول ہے کہ قبر کی طرف منہ کرکے سلام کرے۔ اصحاب شافعیؒ نے بھی اپنی کتابوں میں یہی لکھا ہے اور میرا خیال ہے کہ امام شافعیؒ کا یہی قول ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ اور ان کے متبعین یہ کہتے کہ قبر کی طرف منہ نہ کرے بلکہ کعبۃ اللہ کی طرف منہ کرکے سلام کرے۔

روضہ کے پاس کھڑے ہونیکی ممانعت

آئمہ سلف نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس دعا کے لئے کھڑا نہ ہو چنانچہ اسمٰعیل بن اسحٰقؒ نے مسبوط میں ایسا ہی لکھا ہے۔ قاضی عیاضؒ نے امام مالکؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس کھڑا ہو کر دعا کرنا میرے نزدیک مستحسن نہیں بلکہ بہتر یہ ہے کہ سلام کرکے چلا جائے۔ مسبوط میں یہ بھی لکھا ہے کہ جو شخص سفر سے لوٹ آئے یا سفر پر جانا چاہے تو کچھ حرج نہیں۔ اگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس کھڑا ہو کر آپؐ پر درود بھیجے اور آپؐ کے حق میں اور شیخین (ابوبکرؓ و عمرؓ) کے حق میں دعا کرے۔

صدر اوّل کا دستور العمل

امام صاحب (امام مالکؒ) سے کہا گیا کہ اہلِ مدینہ ہر ہفتہ میں بلکہ بعض اوقات ایک ہی دن میں ایک دو دفعہ قبر مبارک کے پاس کھڑے ہو کر سلام کرتے اور دعا مانگتے ہیں۔ اور انہوں نے فرمایا کہ ہمارے شہر کے اہلِ فقہ اس بات کے قائل نہیں مجھ کو ان کا کوئی قول نہیں پہنچا۔ اور اس وقت کے پچھلے لوگوں کی بھی انہی

باتوں سے اصلاح ہوگی۔ جن سے اس امّت کے پہلے لوگوں کی اصلاح ہوئی ہے اور مجھ کو اس امّت کے سلف صالح اور صدرِاول سے صرف اتنی بات پہنچی ہے کہ جب کوئی شخص سفر سے واپس آتا یا سفر پر جانے لگتا تھا تب وہ ایسا کرتا۔

اہلِ مدینہ کا طرزِ عمل

ابن القاسمؒ کہتے ہیں، میں نے اہلِ مدینہ کو دیکھا کہ جب وہ مدینہ سے نکلتے یا اس میں داخل ہوتے ہیں تو آپؐ کی قبر مبارک کے پاس حاضر ہو کر سلام کرتے ہیں اور میرا اپنا بھی یہی عمل ہے۔

امام مالکؒ اپنے زمانہ میں مدینہ منورہ کے سب سے بڑے عالم تھے اور مدینہ کے لوگ صحابہ اور تابعین کے عہد میں تمام دوسرے لوگوں سے مشروع اور غیر مشروع کے زیادہ واقف تھے۔ ان کو اس بات کا علم تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے کیا آداب ہیں؟ لیکن تم نے دیکھ لیا کہ امام صاحب اور علماء مدینہ آپؐ پر سلام کر لینے کے بعد قبرِ مبارک کے پاس دعار کے لئے ٹھہرنا پسند نہیں کرتے تھے۔

صلوٰۃ وسلام کا مشروع طریقہ

امام صاحبؒ نے یہ بھی فرمایا کہ مستحب یہی ہے کہ آپؐ کے لئے اور آپؐ کے صاحبین (ابوبکرؓ و عمرؓ) کے لئے دعا کرے اور یہی صلوٰۃ اسلام کا مشروع طریقہ ہے۔ نیز یہ کہ ایسا کرنا بھی اہلِ مدینہ کے لئے ہر وقت مستحب نہیں بلکہ اس کا استحباب اس حالت میں ہے جب کہ سفر سے آئے یا سفر پر جائے کیونکہ ایسا کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تحیہ ہے (تحیہ کے معنی سلام و آداب بجالانا) لیکن تم جانتے ہو کہ کسی کا تحیہ اور آداب بجالانے کے لئے ہر وقت آدمی اُن کے گھر میں حاضر نہیں ہوتا

ہوتا ہے۔ البتہ سفر سے آئے یا سفر پر جائے تو ایسا کرنا اچھا معلوم ہوتا ہے۔ ابو وہب نے امام مالک رح سے روایت کی ہے کہ جب آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کرنا چاہے تو آپ صلعم کی قبر کی طرف منہ کرے اور اس کے نزدیک ہو جائے لیکن قبر مبارک کو ہاتھ نہ لگائے۔

لفظ زیارت کی کراہیت اور اس کی فلاسفی

امام مالک رح اس بات کو بھی مکروہ سمجھتے ہیں کہ کوئی یہ کہے ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کی۔ قاضی عیاض رح کہتے ہیں کہ امام صاحب اس کو اس واسطے مکروہ سمجھتے ہیں کہ اس میں زیارت کی نسبت قبر کی طرف کی گئی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اللّٰھم لا تجعل قبری وثنا یعبد، اشتد غضب اللہ علی قوم اتخذوا قبور انبیائھم مساجد" (بارِ خدایا! میری قبر کو بت نہ بنا دے جس کی پوجا کی جائے اللہ تعالیٰ اس قوم پر غصے ہوا جس نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ ٹھیرا لیا) امام صاحب نے زیارت کو قبر کی طرف منسوب کرنے سے اس لئے منع فرمایا کہ ذرائع شرک کا سدِ باب ہو۔

زیارت قبور کا طریقہ

میں کہتا ہوں (علامہ ابن تیمیہ رح کہتے ہیں) کہ جو حدیثیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کے بارے میں مروی ہیں باوجود کثرت سب کی سب ضعیف یا موضوع ہیں۔ آئمہ حدیث اور اہل سنن مثلاً ابو داؤد اور نسائی وغیرہ نے اس باب میں کوئی حدیث روایت نہیں کی۔ البتہ دوسرے موقعہ پر عالم قبور کے لئے زیارت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ فرمایا۔ کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور الا فزوروھا فانھا تذکرکم الآخرۃ" (میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا لیکن

اب میں کہتا ہوں کہ بیشک ان کی زیارت کرو، کیونکہ وہ تم کو آخرت یاد دلائیں گی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو تعلیم دیا کرتے تھے کہ جب تم قبروں کی زیارت کرو تو اس طرح کہا کرو:۔ السلام علیکم اھل الدیار من المؤمنین والمسلمین وانا انشاء اللہ بکم لاحقون، یرحم اللہ المستقدمین منا ومنکم والمستاخرین، نسال اللہ لنا ولکم العافیۃ۔ لیکن چونکہ بعد کے زمانوں میں "زیارت" کا لفظ شرعی اور غیر شرعی دونوں طرح کی زیارت پر اطلاق ہونے لگا اور اکثر لوگ اس کو غیر شرعی کے لئے استعمال کرتے ہیں، اس لئے بعض آئمہ نے اس کا اطلاق منع کیا ہے۔

زیارت شرعی و بدعی

زیارتِ شرعی میت پر نماز جنازہ پڑھنے کے مشابہ ہے اور دونوں کا حاصل اس کے لئے دعا کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح مخاطب فرمایا ہے۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ (التوبہ ۔ ۸۴)

اے محمدؐ! ان منافقوں میں سے کوئی مر جائے تو تم اس کی نماز جنازہ ہرگز نہ پڑھو اور نہ ہی اس کی قبر پر دعا کے لئے کھڑے رہو۔

اس آیت میں چونکہ منافقوں کے حق میں اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے یا اُن کی قبر پر کھڑے ہوں اور ان کے لئے دعا کرے، اس لئے اس کا مفہوم مخالف علۃ الحکم سے استدلال کر کے یہ ہوگا کہ مومنوں کے حق میں ایسا کرنا مشروع ہے۔ اور نیز یہ کہ میت کی قبر پر بعد الدفن کھڑا ہونا قبل الدفن نماز جنازہ کے مشابہ اور اسی قسم سے ہے اور اس کی قبر پر کھڑے ہونے کا

Scanned with OKEN Scanner

مقصد بھی اس کے لئے دعا کرنا ہے۔ یہی اسلام کی سنت مستمرہ ہے اور اسی بات کو علماء سلف انبیاء اور صالحین کی قبروں کے پاس مستحب سمجھتے ہیں، لیکن بدعی اور غیر شرعی زیارت شرک ہے۔ یا کم از کم شرک کا ذریعہ ہے، اور وہ اس زیارت کے مشابہ ہے جو یہود و نصاریٰ اپنے انبیاء اور صالحین کی قبروں کی کیا کرتے ہیں۔

درس بصیرت صحاح اور مسانید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشہور سندوں کے ساتھ مروی ہے کہ لعنۃ اللہ علی الیہود و النصاریٰ اتخذوا قبور انبیائہم مساجد یحذر ما صنعوا (یہود اور نصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہ ٹھیرایا ان کے اس فعل سے میں تم کو ڈراتا ہوں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد اس بات کے کہنے سے یہ تھا کہ وہ اپنی امت کو ان کے افعال سے ڈرائیں۔

آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے "تم سے پہلی قومیں اپنے انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہ ٹھیرا لیتی لیکن تم ایسا مت کرو میں تم کو اس سے منع کرتا ہوں"۔

ایک دوسری حدیث میں ہے سب سے بڑے لوگ وہ ہیں جو قبروں کو مسجد بنا لیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو قبروں کی زیارت کرتی ہیں۔ نیز ان پر بھی لعنت ہے جو قبروں پر مسجدیں بناتے اور ان پر چراغ جلاتے ہیں۔

نتیجہ بحث اب جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو مسجد بنا لینے اور سجدہ گاہ ٹھیرانے سے منع فرمایا ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے پاس دعا کرنا مستحب نہیں ہوگا۔ کیونکہ جس جگہ پر دعا مستحب ہے وہاں نماز پڑھنا بھی مستحب ہے۔ نماز پڑھ کر دعا کرنا زیادہ تر مستجاب ہوتی ہے، اور شریعت میں کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں دعا کرنا مستحب ہو اور نماز پڑھنا مستحب نہ ہو۔

Scanned with OKEN Scanner

قبروں کے پاس نماز نہ پڑھنے کی فلاسفی

امام شافعیؒ اور دوسرے آئمہ نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ قبروں کے پاس نماز پڑھنا اس لئے ممنوع قرار دیا گیا ہے کہ اس سے شرک میں مبتلا ہونے کا خوف ہے۔ اس کی علّت صرف مکان کی نجاست نہیں جیسے کہ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء سلف حکم دیا کرتے تھے کہ خوفِ فتنہ (شرک میں مبتلا ہونے کا خوف) کی حالت میں قبروں کو ہموار کر دیا جائے اور مٹا دیا جائے۔

ابو موسیٰ اشعریؓ

چنانچہ جب تستر کے مقام پر دانیال علیہ السلام کی قبر ظاہر ہوئی تو سپہ سالارِ جیش ابو موسیٰ اشعریؓ نے خلیفہ وقت حضرت عمرؓ کو اس کی بابت اطلاع دی اور لکھا کہ لوگ اس کے وسیلہ سے بارش مانگتے ہیں تو حضرت عمرؓ نے اس کے جواب میں لکھا کہ دن کے وقت تیرہ قبریں کھودی جائیں اور رات کے وقت اس کو کسی ایک میں دفن کر کے اس کا نشان مٹا دیا جائے تاکہ لوگ شرک کے فتنہ میں مبتلا نہ ہوں۔"

امام مالکؒ اور سلف صالحین

امام مالکؒ وغیرہ کا جو قول ہم نے نقل کیا ہے یہی قول سلف کے نزدیک مشہور اور مقبول تھا جیسے کہ ابویعلی موصلی نے اپنے مسند میں اور ابو عبداللہ المقدسی نے مختار میں امام زین العابدینؒ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی روزن کے پاس حاضر ہو کر اس میں اپنا منہ داخل کرتا اور دعا مانگتا تھا۔

امام صاحب نے اس کو منع کیا اور فرمایا میں تم کو ایک حدیث سناتا ہوں جس کو میں نے اپنے باپ دادا سے سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: میری قبر کو عید مت بناؤ اور اپنے گھروں کو قبریں مت ٹھیراؤ کیونکہ تمہارا اسلام مجھ کو پہنچ جاتا ہے جہاں بھی تم رہو۔

ارشاد جناب رسالت مآب

یہی حدیث ابوداؤد میں بروایت ابوہریرہ رضی موجود ہے جس کے الفاظ یہ ہیں "اپنے گھروں کو قبریں مت ٹھیراؤ اور میری قبر کو عید نہ بناؤ مجھ پر درود بھیجو کیونکہ جہاں بھی تم رہو تمہارا درود مجھ کو پہنچ جاتا ہے"

سنن سعید بن منصور میں روایت ہے، سہیل بن ابی سہیل کہتے ہیں کہ مجھ کو حضرت حسن بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی نے جب کہ وہ بیت فاطمہ رضی میں شام کا کھانا تناول فرما رہے تھے، قبر کے پاس دیکھا اور وہیں سے مجھ کو آواز دی کہ آؤ کھانا کھالو۔ میں نے عرض کیا میں کھانا نہیں کھانا چاہتا اس کے بعد آپ نے پوچھا کہ تم قبر کے پاس کیوں گئے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کیا۔ آپ نے فرمایا جب تم مسجد میں داخل ہو تو سلام کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "میری قبر کو عید نہ بناؤ اور اپنے گھروں کو قبریں نہ ٹھیراؤ اللہ تعالیٰ نے یہود اور نصاریٰ پر اس لئے لعنت کی کہ انہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ ٹھیرایا تم مجھ پر درود بھیجو کیونکہ تمہارا درود مجھ کو پہنچ جاتا ہے جہاں بھی تم رہو" تم اور اہل اندلس اس میں برابر ہیں۔

روضہ اطہر اور دوسری قبریں

اب تم خود سوچ لو کہ جب سید الاولین والآخرین خیر الخلق اجمعین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے حق میں صرف اتنا ہی مشروع ہے جس کی ابھی تصریح کی گئی تو دوسروں کی قبر کی کیا ہستی ہے۔

صحابہ کا دستور العمل

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے تواتر کے ساتھ منقول ہے کہ جب ان پر کوئی سختی آتی تھی خلاً قحط سالی وغیرہ، نیز قتال وجدال کے معرکوں میں جب کہ ان کو دشمن پر فتح حاصل کرنے میں دقت پیش آتی تھی تو وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے اور گھروں اور مسجدوں میں اس کی بارگاہِ کبریا میں دستِ نیاز پھیلاتے۔ لیکن اسی واقعہ میں منقول نہیں کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ مبارک یا دوسرے انبیاء اور صالحین کی قبروں کی طرف رجوع کیا ہو، اور وہاں جاکر دعا مانگی ہو۔

بلکہ صحیح بخاری میں حضرت عمرؓ کی یہ دعا منقول ہے،، بارِخدایا! جب ہم پر قحط سالی آتی تھی تو ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے توسل کیا کرتے تھے اور تو ہماری دعا قبول فرما کر ہمیں پانی دیا کرتا تھا اور بیشک اب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباسؓ کے واسطے سے توسل کرتے ہیں، بارِخدایا، ہمیں پانی دے"۔ روایت مذکور میں ہے کہ پھر ان کو پانی دیتا تھا۔

رسول اللہ صلعم سے توسّل

اس روایت کا ملخص یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارک میں صحابہ آپؐ سے توسل کرتے تھے تو آپؐ کے انتقال کے بعد انہوں نے آپؐ کے چچا عباسؓ سے توسّل کیا۔ جس کے بالفاظ دیگر یہ معنی ہوئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں آپؐ سے دعا کرایا کرتے تھے (جس کو توسّل سے تعبیر کیا گیا ہے)، اور آپ کی وفات کے بعد آپؐ کے چچا سے دعا کرائی اور اس کو شفیع بنایا۔ ذو توسّل کے یہ معنیٰ ہرگز نہیں کہ صرف کسی کا نام لے کر دعا کی جائے

مخلوقات کے نام کا واسطہ

الغرض صحابہ کرام نے قبر مبارک کے پاس حاضر ہو کر دعا نہیں کی اور نہ اللہ تعالیٰ کو اس کی مخلوقات میں سے کسی کے نام کا واسطہ دیا ہے ۔ بلکہ شرعی طریقہ پر مشروع وسائل سے توسّل کیا ہے یعنی اعمالِ صالحہ اور مومنوں کی دعا کے ساتھ توسل کرنا ، جیسے کہ ہر ایک مومن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپؐ کے ساتھ سچی محبت رکھنے سے بارگاہِ کبریا عزوجل میں توسّل کر سکتا اور کرتا ہے اور جیسے کہ صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد زندگی میں آپؐ کی دعا سے توسّل کرتے اور آپؐ کو شفیع بناتے تھے ، اسی طرح آخرت میں جملہ مخلوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو وسیلہ بنا کر آپؐ کی شفاعت حاصل کریں گے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی طرح ہم دوسرے صالحین کی دعا کو بھی وسیلہ بنا سکتے ہیں ۔ (جیسے کہ عمر بن الخطابؓ نے حضرت عباسؓ کو وسیلہ بنایا اور) جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے " تمہیں تو کمزور لوگوں کی دعا اور استغفار کی بدولت رزق دیا جاتا اور دشمنوں پر فتح حاصل ہوتی ہے "۔

نتیجۂ فکر

یہ ایک معلوم بات ہے اور ہر شخص بدیہی طور پر جانتا ہے کہ اگر کسی قبر کے نزدیک دعا کرنا افضل ہوتا اور اس میں استجابت دعا کی زیادہ امید ہوتی تو سلف صالحین کو سب سے پہلے اس کا علم ہوتا اور وہ ضرور اس پر عمل پیرا ہوتے ، کیونکہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی محبوب اور پسندیدہ باتوں کو سب سے اچھا جانتے تھے اور اس کی اطاعت اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے میں سب سے زیادہ کوشاں تھے ۔

منصب رسالت کا اقتضاء

علاوہ ازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب رسالت کا مقتضا یہ تھا کہ وہ اس بات کو لوگوں کے سامنے بیان کرتے اور اس کی طرف ان کو توجہ دلاتے، کیونکہ خود بقول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے، کوئی نیکی کی بات ایسی نہیں رہ گئی جس کو آپؐ نے بیان نہ فرمایا ہو اور کوئی برائی کی بات نہیں جس سے آپؐ نے اپنی امّت کو منع نہ فرمایا ہو۔ کوئی بات جو جنّت اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی طرف لے جانے والی ہو، یا انسان کو دوزخ کی آگ سے بچانے اور دور رکھنے میں مدد دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کئے بغیر نہیں چھوڑی، آپؐ نے اپنی امت کو ایک واضح راستے پر چلایا، جس پر رات کو بھی روز روشن کی طرح چل سکتے ہیں۔ جو شخص بھی اس کو چھوڑ کر دوسری طرف چلے گا اس کا انجام یقیناً ہلاکت ہے۔

صریح ممانعت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس نوعیت کی باتوں سے صریحاً منع فرمایا ہے اور قبروں کو سجدہ گاہ ٹھیرانے کے فعل کو مستوجب لعنت قرار دے کر ان شرکی امور کا سدّباب فرمایا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذرائع کو روکنے کے اصول پر کاربند ہو کر اس بارے میں اس حد تک احتیاط کو ضروری سمجھا کہ قبر کی طرف منہ کر کے اللہ تعالیٰ کے لئے بھی نماز پڑھنا منع فرمایا، چاہے نمازی کے دل میں غیر اللہ کی عبادت کا خیال تک نہ ہو۔

حفظ ماتقدم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آفتاب کے طلوع اور غروب کے اوقات میں اللہ تعالیٰ کے لئے نماز پڑھنے

Scanned with OKEN Scanner

سے منع فرمایا کہ ان اوقات میں بعض بت پرست سورج کو سجدہ کرتے ہیں ان لوگوں سے مشابہت آجانے کی وجہ سے ایک موحّد کو خدائے پاک کی عبادت سے منع کیا گیا تاکہ اس کی عبادت غیر اللہ کی عبادت کی فقط ظاہری مشابہت اور شرک کے توہم تک سے پاک رہے، اگرچہ موحّد نمازی کے دل میں اس کا خیال تک نہیں آتا کہ سورج بھی کوئی قابلِ تعظیم ہستی ہے ۔ اب تم خود سوچ لو کہ جب کسی خرابی کے توہم تک سے پرہیز کرنا لازم سمجھا گیا ہے تو جہاں خرابی کا وجود یقینی ہو، اس صورت سے پرہیز کرنا کیا لازم نہیں ہوگا۔

دورِ حاضر میں زیارتِ قبور

آج کل جس صورت میں قبروں پر جاکر دعا کی جاتی ہے، اس میں یقیناً شرک کے شوائب موجود ہیں، کیونکہ میت کو پکارا جاتا ہے اور اس کے نام کا واسطہ دے کر دعا کی جاتی ہے جس سے صریح شرک تک پہنچ جانے میں ایک دو قدم کا فاصلہ باقی رہ جاتا ہے۔

تعظیم قبور

بت پرستی کی ابتدا، دراصل تعظیم قبور ہی ہے۔ قرآنِ کریم میں وارد ہے۔

وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ۝ نوح ۲۳	نوح علیہ السلام کی قوم کے لوگوں نے آپس میں کہا کہ تم اپنے خداؤں کو ہرگز مت چھوڑو اور بالخصوص ود سواع یغوث یعوق اور نسر کی عبادت کو مت چھوڑو

اس آیت کی تفسیر میں رئیس المفسرین ابن عباس رضؓ سے منقول ہے کہ یہ پانچوں نام نوح علیہ السلام کے عہد کے صالحین کے نام ہیں ۔

جب یہ لوگ مر گئے تو لوگوں نے ان کی قبروں پر بیٹھنا شروع کیا، ان کی تصویریں بنائیں اور پھر ان کو پوجنے لگے۔

علاوہ ازیں جن صالحین کی قبروں کو اس زمانے میں تریاقِ مجرّب کہا جاتا ہے، اُن سے صحابہ اور تابعین کا درجہ یقیناً اعلیٰ اور ارفع ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ مؤخر الذکر کو چھوڑ کر ان صالحین کی قبروں کو چن لیا گیا ہے۔

شیخ کے توسّل مراد مانگنا

ایک اور تعجب انگیز بات سنئے ہر ایک شیخ کی تعظیم اس کے اپنے معتقدین کی جماعت کرتی ہے اور وہی لوگ اس سے یا اس کے واسطے سے اپنی حاجتیں مانگتے ہیں، دوسرے شیخ کے معتقدین، ایک دوسری جماعت ہوتی ہے جو اپنے اس دوسرے شیخ کو وسیلہ ٹھیراتی اور اس کے توسّل سے اپنی مرادیں طلب کرتی ہے۔ یہ بعینہٖ وہی بات ہے کہ مشرکوں کی ہر ایک قوم نے اپنے اپنے خدا مقرر کر رکھے ہیں۔ قرآنِ کریم میں ہے

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (التوبہ - ۳۱)

یہود اور نصاریٰ نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے علماء اور مشائخ اور عیسیٰ بن مریم کو خدا بنا رکھا ہے۔ بحالیکہ ان کو ایک ہی خدا کی پرستش کا حکم دیا گیا تھا۔ وہ ایک خدا ہے جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے اور وہ اس سے پاک اور برتر ہے جو یہ لوگ شرک کرتے ہیں۔

Scanned with OKEN Scanner

مصیبت میں شیخ طریقت کو پکارنا

یہ جو بعض مشائخ سے منقول ہے کہ جب تم کو کوئی تکلیف یا مصیبت پیش آئے یا تمہیں کسی بات کا خوف ہو تو تم مجھ کو پکارو چاہے میں زندہ ہوں یا مردہ۔ اس سے تمہاری مصیبت ٹل جائے گی یا تو اس شیخ پر (جس کی طرف منسوب ہے) افترا ہے یا بصورت دیگر قائل کی غلطی اور غلط فہمی ہے، کیونکہ اس کا قائل غیر معصوم ہے اور یہ صریح گمراہی ہوگی کہ قائل معصوم کے قول چھوڑ کر غیر معصوم قائل کا اتباع کیا جائے۔

قال اللہ وقال الرسول

اللہ اور اس کے رسول نے اس قسم کی باتوں کی تعلیم نہیں فرمائی بلکہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ ۝ — جب تم فراغت پاؤ تو عبادت کی تکلیف برداشت کرو اور اپنے رب کی طرف رغبت کرو۔

یہ نہیں فرمایا کہ انبیاء اور صالحین کی قبروں کی طرف رجوع کرو۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے

قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ فَلَا یَمْلِکُوْنَ کَشْفَ الضُّرِّ عَنْکُمْ وَلَا تَحْوِیْلًا ۝ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّھِمُ الْوَسِیْلَۃَ اَیُّھُمْ اَقْرَبُ وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَہٗ وَ

اے محمد کہہ دے جن کو تم نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر خدا مقرر کر رکھا ہے اُن کو پکارو جس کا کچھ بھی فائدہ نہیں، کیونکہ یہ اشخاص نہ تو تمہاری تکلیف کو دور کر سکتے ہیں اور نہ کسی دوسرے کی طرف منتقل کر سکتے ہیں، یہ اشخاص جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں ان میں سے جن کو نہایت قرب کا درجہ حاصل

يَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا (بنی اسرائیل۔ ۵۶-۵۷)

ہے وہی اپنے رب تعالیٰ کا قرب ڈھونڈتے ہیں، اس کی عبادت کرتے ہیں، اور اس کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک تیرے رب کا عذاب ڈرنے کے قابل ہے

علماء سلف کی ایک جماعت کا قول ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے جو حضرت مسیحؑ، حضرت عزیر اور ملائکہ کو معبود سمجھے ہوئے ہیں بارگاہ عزت میں بھلا مشائخ کی کیا مجال ہے کہ اس قسم کا کلمہ منہ سے نکالیں حالانکہ سید الاولین والآخرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنے کسی صحابی سے یہ نہیں کہا کہ جب تم پر کوئی مصیبت آئے تو مجھ کو پکارو۔ بلکہ اس کے برعکس اپنے چچا زاد بھائی ابن عباسؓ سے یہ تاکید فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کا لحاظ رکھو وہ بھی تمہارا لحاظ رکھے گا اللہ تعالیٰ کا لحاظ رکھو، اس کو ہر وقت اپنے سامنے پاؤ گے، خوشحالی کے وقت میں اس کے ساتھ پہچان حاصل کرو اس کی عبادت اور اس کے پکارنے میں مشغول رہو، سختی کے وقت میں وہ تم کو نظر انداز نہیں فرمائے گا۔ جب تمہیں کوئی سوال کرنا ہو تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرو اور مدد مانگنی ہو تو اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو

رسول اللہ کا واسطہ دیکر سوال کرنا

بعض جاہل یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے لگو تو میرا واسطہ دے کر سوال کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک میری بڑی حرمت ہے یہ روایت موضوع اور سفید جھوٹ ہے، اہل علم میں سے کسی نے اس کو روایت نہیں کیا

Scanned with OKEN Scanner

ہے اور نہ یہ روایت مسلمانوں کی کسی معتبر کتاب میں لکھی ہے۔ اگر کسی کا میت میں یہ فضیلت ہوتی کہ بارگاہِ کبریا میں اس کا واسطہ دے کر دعا کی جاسکتی تو بیشک سب سے مقدم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فضیلت حاصل ہوتی اور اگر کچھ اس سے فائدہ کا حصول متصوّر ہوتا تو سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام آپؐ کے انتقال کے بعد آپؐ کا واسطہ دینا اپنا دستور العمل ٹھیراتے۔ لیکن نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی یہ فضیلت کبھی بیان فرمائی اور نہ صحابہ کرام نے کبھی آپؐ کے نام کا واسطہ دے کر دعا کی

خلاصۂ کلام

اس تمام تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ قول صریح گمراہی ہے اور اگر فی الواقع کسی شیخ طریقت نے ایسا کہا بھی ہو تو یہ اس کی غلطی اور غلط فہمی ہے اور اگر وہ مجتہد ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی اس غلطی کو معاف فرمائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ لیکن وہ شیخ طریقت یا مجتہد نبیوں کی طرح معصوم نہیں ہے کہ اس کے قول کا اتباع کیا جائے! اللہ تعالیٰ کا یہ قول اس بارے میں فصل الخطاب کا حکم رکھتا ہے۔

فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوۡلِ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِؕ (النساء: ۵۹)	اگر تم کسی بات میں جھگڑ پڑو تو اس اختلاف کو مٹانے اور اس کا فیصلہ کرنے کے لئے اللہ اور رسولؐ کی طرف رجوع کرو، اگر تم اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔

عملِ شرک

بعض خوش عقیدہ لوگوں کا قول ہے کہ جو شخص آیت الکرسی پڑھ کر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی طرف منہ کرے اس پر سلام کہے اور ہر ایک دفعہ سلام کہتے ہوئے ایک قدم اٹھائے اور اس طرح سات قدم پورے کرے اس کی حاجت پوری ہوگی یہ عمل شرک ہے اور اس میں ذرہ بھی شک نہیں کہ شیخ علیہ الرحمتہ نے یہ نہیں کہا اور نہ کسی کو اس کی تعلیم دی۔ اور اگر کوئی اُن کی طرف منسوب کرے تو یہ نرا جھوٹ ہوگا۔ اس قسم کی باتیں اہلِ غلو اور اہلِ اشراک کے من گھڑت افسانے ہیں، جن کو مشائخ کے اعتقاد میں منہمک ہو کر حق اور باطل کی تمیز نہیں رہتی۔

مشابہتِ نصاریٰ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے کہ قبروں پر مت بیٹھو اور ان کی طرف منہ کر کے نماز مت پڑھو۔ جب آپؐ نے نماز میں بھی جو محض خدائے تعالیٰ کی عبادت ہے۔ قبر کی طرف منہ کرنا منع فرمایا ہے تو یہ کیسے جائز ہوگا کہ باوجود بعد مسافت کے کسی شیخ کی قبر کی طرف منہ کر کے اور غیر اللہ سے دعا مانگے۔ کیا اس کا یہ عمل نصاریٰ کے عمل کے مشابہ نہیں جو احبار اور رھبان کو اپنا خدا بنا رکھتے ہیں اور ان کو اپنا قاضی الحاجات تصور کر کے ان سے اور ان کا واسطہ دے کر دعائیں مانگتے ہیں۔

سلف صالحین کا قول

بعض قبریں جو کسی نبی یا صحابی یا ولی کی بیان کی جاتی ہیں، بعض لوگ وہاں جا کر نماز پڑھتے ہیں اور دعا کرتے ہیں یا اپنے جسم کو قبر سے لگاتے ہیں یا قبر کی کسی چیز کو چھوتے اور جسم پر پھیرتے ہیں۔ یہ فعل ان کا بدعت ہے اور

سنت نبوی کے مخالف ہے، کیونکہ علماء سلف کا اس پر اتفاق ہے کہ ایسی جگہوں میں نماز اور دعا کی کوئی خاص فضیلت نہیں ہے اور نہ ہی سلف صالحین میں سے کسی سے ایسا کرنا منقول ہے بلکہ ایسا کرنے سے ایسی حالت میں بھی منع کرتے تھے جب کہ وہ قبر سے یا اس کے واسطہ سے دعا نہ مانگیں، چہ جائیکہ یہ بھی اس کے ساتھ جمع ہو، اور اس لئے تم خود سمجھ سکتے ہو کہ تمہارے اہل زبان جو قبروں پر جاکر اہلِ قبور سے یا ان کے واسطہ سے دعا مانگتے ہیں، ان لوگوں کو وہ کس نظر سے دیکھتے ؟

آسمان دنیا پر نزول باری تعالیٰ

بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ کیا کسی معین وقت یا کسی خاص مکان میں دعاء زیادہ مقبول ہوتی ہے؟ (جس سے ان کا اشارہ کسی نبی یا ولی کی قبر کی طرف ہوتا ہے) اس کا جواب یہ ہے کہ بیشک بعض خاص اوقات میں اور بعض خاص حالات میں دعاء زیادہ قبول ہوتی ہے، چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے کہ جب ایک تہائی رات رہ جاتی ہے تو ہمارا رب تبارک و تعالیٰ آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماکر یہ فرماتا ہے "کوئی دعا مانگنے والا ہے جس کی دعا میں قبول کردوں؟ کوئی ہے جو مجھ سے سوال کرے تاکہ میں اس کی حاجت پوری کروں؟ کوئی بخشش طلب کرنے والا ہے جس کو میں بخش دوں؟ طلوع فجر تک اسی طرح فرماتا ہے۔"

ایک اور حدیث میں ہے کہ رات کے درمیانی حصہ میں انسان کو اپنے رب تعالیٰ سے بہت زیادہ قرب حاصل ہوتا ہے۔ دعائے

نیم شبی اسی لئے مشہور اور زبان زدِ خلائق ہے

اوقاتِ دُعا اسی طرح نزولِ باراں کے وقت گھمسان لڑائی کے دوران میں اذان اور اقامت کے خاتمہ پر نماز پڑھ چکنے کے بعد سجدے کی حالت میں جب کہ آدمی مسافر یا روزہ دار ہو، اور نیز مظلوم کی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔

مشاعرِ حج صحاح اور مسانید میں ایسی حدیثیں موجود ہیں جن میں اس بات کا ذکر ہے کہ کن حالتوں میں دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے؟ بعض مکان بھی ایسے ہیں، جہاں دعا قبول ہوتی ہے جیسے عرفات، مزدلفہ، منیٰ اور ملتزم وغیرہ (یہ سب جگہیں مکہ معظمہ میں ہیں اور حج کے مناسک بجالاتے ہوئے ان مقامات پر دعا کرنے کا موقع ملتا ہے، اسی طرح مسجد میں دعا کرنا افضل ہے اور بالخصوص جن مساجد کو بروئے حدیث خاص فضیلت ہے۔ مسجد الحرام، مسجد نبویؐ اور بیت المقدس کی مسجد اُن میں اسی نسبت سے نماز پڑھنا اور دعا کرنا افضل ہے۔ لیکن یہ خیال کرنا کہ کسی خاص مکان میں اس لئے نماز یا دعا کو افضلیت حاصل ہے کہ وہاں پر کسی نبی یا ولی کی قبر موجود ہے۔ علماء سلف اور آئمہ سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں، بلکہ نصاریٰ کی مشابہت سے بعض اہلِ بدعت نے اس کو رواج دیا ہے اور اس کی اصل مشرکوں کے دین میں ہے۔ موحدین اور مخلصین کے مذہب میں یہ بات نہیں۔

کلام مجید اور کعبہ بعض لوگ یہ بھی پوچھتے ہیں کہ کیا کسی پیغمبر یا ولی کا واسطہ دے کر یا کلام مجید

اور کعبۃ اللہ کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا جائز ہے ؟
اور کیا یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے "بحق فلاں" یا "بحرمت فلاں" یا "بجاہ المقربین" کہے یا انبیاء اور صالحین کے اعمال اور افعال کا واسطہ دے کر دعا مانگے !

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ دعائیں جن کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ میں ہے ان میں اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ اور اس کی صفات علیاء کے واسطہ سے دعا مانگی گئی ہے۔ نیز کلام پاک کے ساتھ پناہ مانگنے کا بھی ذکر ہے، جیسے کہ سنن میں یہ دعا منقول ہے۔ اَللّٰھُمَّ انّی اسالك بان لك الحمد انت اللّٰہ بدیع السّمٰوات والارض یاذوالجلال والاکرام یا حیّ یا قیّوم اور جیسے کہ: اللّٰھم انّی اسالك بانّك انت اللّٰہ الاحد الصمد الّذی لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفوا احد اور جیسے کہ یہ دعا، جو مسند میں موجود ہے:۔ اللّٰھُمَّ انّی اسالك بکل اسم ھو لك سمیت به نفسك او انزلته فی کتابك او علّمت: احداً من خلقك او استأثرت به فی علم الغیب عندك،

مخلوقات کی قسم کھانا شرک ہے

وہ دعائیں جو عوام میں مشہور ہیں اور جن کو بازاروں میں بیٹھ کر تعویز فروش لکھا کرتے ہیں جیسے کہ یہ دعا کہ :۔ اسالك باحتیاط قاف وھو یوف الحاف والطور والعرش والکرسی و زمزم والمقام والبلد الحرم" اور اسی قسم کی دوسری

دعائیں اُن میں سے کوئی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے صحابہ وتابعین اور آئمہ دین سے منقول نہیں اور کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ ان چیزوں پر حلف کھائیں یا اللہ تعالیٰ سے ان کا واسطہ دے کر درخواست کرے۔

صحیح حدیث میں ہے" جو شخص قسم کھانا چاہتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کے نام پر قسم کھانا چاہیئے، بصورت دیگر چپ رہے" جس نے سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کی قسم کھائی۔ اس نے شرک کیا۔ الغرض کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ مخلوقات میں سے کسی کی قسم کھائے۔

اللہ کے مقبول بندوں کی دعاء

اللہ تعالیٰ کے بعض ایسے مقبول بندے ہیں جن کی قسموں کو وہ رد نہیں فرماتا۔ چنانچہ صحیح بخاری میں یہ روایت موجود ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاصاً ربیع کا دانت توڑنے کا حکم دیا تو انس بن النضیرؓ نے کہا " مجھے اس خدا کی قسم جس نے آپؐ کو سچا نبی کر کے بھیجا کہ ربیع کا دانت نہیں توڑا جائے گا۔ اس پر فریق ثانی نے قصاص کا مطالبہ چھوڑ دیا اور دیت پر راضی ہو گئے جس سے انس بن النضیرؓ کی قسم پوری ہو گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اِنَّ مِنْ عِبَادَ اللّٰہِ مَنْ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ

اللہ تعالیٰ کے بندوں میں ایسے بندے بھی ہیں جو اگر قسم کھا کر خدائے تعالیٰ سے کوئی التماس پورا کرانے پر اصرار کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو ضرور پورا کرتا ہے۔

توسّل کے مشروع وسائل

انس بن النضیرؓ کی طرح ایک موقع پر براء بن مالکؓ نے بھی کہا تھا کہ بارِ خدایا! میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ تو ایسا کرے! چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم پوری کی۔

انسان ہمیشہ اپنے رب تعالیٰ سے سوال کرتے ہوئے اُن اسباب کا وسیلہ ڈھونڈتا ہے جو اس کے مطلوب کے مقتضی ہیں

۱۔ اعمالِ صالحہ جن پر اللہ تعالیٰ نے ثواب دینے کا وعدہ فرمایا ہے

۲۔ اللہ تعالیٰ کے مومن بندوں سے (جو مستجاب الدعوات ہیں دعا کرائے جیسے کہ صحابہ کرام، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کبریا میں اس کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے چچا عباسؓ اور دوسرے صالحین کی دُعا سے توسّل کیا کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ کی حدیث ہے جس میں اس بات کا ذکر ہے کہ آپ نے استسقا کے موقع پر حضرت عباسؓ سے دُعا کرائی تھی جو اس سے پہلے گزر چکی ہے اور اسی قبیل سے وہ روایت ہے جس کو اہل سنن نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس کو صحیح الاسناد کہا ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسُولؐ اللہ! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میرے لئے دعا کیجئے کہ مجھے آنکھیں بخش دے۔ آپؐ نے اس کو حکم دیا کہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھے اور اس کے بعد یہ کہے کہ "بارِ خدایا! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی الرحمتہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنا کر تیری طرف توجہ کرتا ہوں۔ یا محمدؐ! یا رسول اللہ! میں آپ کو وسیلہ بنا کر اپنے رب تعالیٰ

کی طرف اپنی حاجت کے بارے میں متوجہ ہوتا ہوں کہ وہ اس کو پورا کرے۔ بارِ خدایا! آپؐ کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔"

اس کا ملخّص یہ ہے کہ سائل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو وسیلہ بنا کر بارگاہِ الٰہی جل شانہٗ میں اس کو شفیع لایا۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ سے اس بات کی استدعا ہے کہ وہ آپؐ کی شفاعت یعنی دعا کو اس کے حق میں قبول فرمائے۔

مخلوق کا واسطہ دے کر توسّل چاہنا

یہ (ایک اندھے والی حدیث کا) واقعہ بعینہٖ اُن دوسرے واقعات کی طرح ہے جن میں صحابہ کرام آپؐ کی دعا سے توسّل کیا کرتے تھے لیکن کسی کا یہ کہنا کہ بارِ خدایا! میں تجھ سے بحق ملائکہ یا بحق تیرے رسولوں اور انبیاء کے بحق فلاں رسول کے یا بحق بیت الحرام وغیرہ سوال کرتا ہوں" اس قسم کی دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ و تابعین میں سے کسی سے بھی منقول نہیں بلکہ بہت سے علماء مثلاً امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب امام ابو یوسفؒ وغیرہ نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ ان الفاظ میں دعا کرنا جائز نہیں، کیونکہ اس میں کسی مخلوق کا واسطہ دے کر اور اس کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا ہے، لیکن سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کی قسم کھانا جائز نہیں۔ اگرچہ وہ اس کو قضائے حاجت کا ایک وسیلہ سمجھ کر اس کا واسطہ دے۔

دو مستحسن طریقِ دعاء

اگر کوئی شخص اپنے اعمالِ صالحہ کے توسّل سے دعا کرے یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

اور دوسرے صالحین کی دعا سے توسّل کرے (ان سے دعا کرائے)، تو اس میں شک نہیں کہ اعمالِ صالحہ پر اللہ تعالیٰ نے ثواب دینے کا وعدہ فرمایا ہے (اور اس کی دعا قبول کر لینا بھی ایک قسم کا ثواب ہے) اور صالحین کی دعا زیادہ تر قبول ہوتی ہے۔ اس لئے کسی شخص کا ان دو طریقوں سے دعا کرنا توسل بالاسباب ہے۔ چنانچہ غار کی مشہور حدیث میں ان تین آدمیوں نے اپنے اعمال صالحہ کے توسّل سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اس کو قبول فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ کبریا میں توسّل بالانبیاءؑ کے یہ معنی ہیں کہ ان پر ایمان لائے اور ان کی اطاعت کرے اور ان پر درود و سلام بھیجے اور ان سے سچّی محبت رکھے، یا ان کی حیات میں اُن سے دعا کرائے۔

توسّل بلااسباب

انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی ذات سے توسّل کرنے اور اُن کے نام کا واسطہ دینے میں حصولِ مطلوب اور قضائے حاجت کا کوئی سبب مقتضی نہیں، اور اس لئے یہ توسّل بالاسباب میں داخل نہیں ہو گا، اور اس بناء پر اس کا یہ قول قانونِ قدرت (اسباب اور مسبّبات کا قانون) کے خلاف ہو گا۔ (جس کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ اس کے بندے قانونِ قدرت کی خلاف ورزی کریں) چاہے دراصل انبیاء علیہم السلام کا کتنا ہی بڑا مرتبہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے وہ نہایت ہی مقبول بندے ہیں، لیکن دوسروں کی دعا قبول کرنے کے لئے ان کی ذات یا ان کے نام کا توسّل کچھ فائدہ بخش نہیں، اُن کا توسّل صرف اس صورت میں فائدہ دیتا ہے جب کہ خود داعی کی ذات میں ان کا توسّل اجابت

دعا کا سبب پیدا کردے مثلاً ان پر ایمان لانا، ان کی اطاعت اور محبت، دوسری صورت یہ ہے کہ ان کی ذات میں اجابت کا سبب موجود ہو مثلاً اُن کا اس کے لئے عہد زندگی میں دعا کرنا، اور شفیع بننا۔ یہی دو باتیں ہیں، جن کے ذریعہ انبیاء علیہم السلام اور صالحین سے توسّل کیا جا سکتا ہے اور بس!

تشبیہ یہود و نصاریٰ

بعض لوگوں کا یہ قول کہ کیا اُس مکان کی تعظیم جائز ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا گیا؟ اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ ایسی جگہوں کو مساجد اور زیارت گاہ بنانا یہود و نصاریٰ کے اعمال میں سے ہے، جن کے ساتھ تشبیہ سے ہمیں منع کیا گیا ہے۔

ایک صحیح روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے سفر میں ایک قوم کو دیکھا جو ایک مکان کی طرف دوڑ رہے تھے۔ خلیفۂ حق نے پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا یہ مکان ہے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز پڑھی تھی۔ آپ نے کہا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز پڑھی ہے، تو کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے انبیاء علیہم السلام کی یادگاروں کو مسجد بناؤ۔ اگر کسی شخص پر ایسے مقام میں نماز کا وقت آجائے تو نماز پڑھ لے ورنہ چلا چلے، حضرت عمرؓ نے یہ صحابہ کی جماعت کے سامنے فرمایا۔

بدعت کا دروازہ کھولنا

یہ ایک معلوم بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سفروں میں متعدد جگہوں پر نماز پڑھی ہے اور مومنانِ صادق نے کئی جگہوں پر

آپؐ کو خواب میں دیکھا۔ لیکن سلف صالح نے ان جگہوں میں سے کسی جگہ کو بھی مسجد نہیں بنایا، اور نہ اس کو زیارت گاہ ٹھیرایا۔ اور اگر ایسی باتوں کا دروازہ کھول دیا جائے تو مسلمانوں کے اکثر گھر مسجدیں اور زیارت گاہ بنائے جائیں گے، کیونکہ مومنانِ صادق ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں برابر دیکھتے رہے ہیں اور بہت سے مومن ایسے ہیں جن کے گھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، ایسی جگہوں کو مقدس سمجھ کر زعفران وغیرہ کا وہاں پر چھڑکنا سخت ناپسندیدہ بدعت ہے۔

دروغ بافی کی حد ہو گئی

بعض دروغ باف اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھ جاتے ہیں کسی جگہ پر نشانِ قدم دیکھ لیا جاتا ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ آپؐ کا قدم مبارک ہے اور پھر اس کی تعظیم شروع ہو جاتی ہے اور وہاں پر میلے منعقد ہونے لگتے ہیں، یہ سب جھوٹی اور بے اصل باتیں ہیں۔

علیٰ ہذا القیاس یہ جو بعض لوگ پتھروں پر قدم کا نشان لئے پھرتے ہیں اور لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کا نشان ہے، یہ بھی کذب و افترا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کی قیام گاہ اور نشست گاہ کو سجدہ گاہ ٹھیرانے کا حکم نہیں دیا یہ حکم صرف مقام ابراہیم کے لئے مخصوص ہے۔ فرمایا۔

وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى ط (البقرہ ۱۲۵) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قیام گاہ کو جائے نماز سمجھو۔

جیسے کہ استلام (چھونا بطریق تعظیم اور بوسہ دینا تمام دنیا کے

پتھروں میں سے حجرِ اسود کے لئے مخصوص کیا گیا ہے، اسی طرح بیت الحرام کو یہ فضیلت بخشی ہے کہ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جائے۔ لیکن اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ اور کسی جگہ کو ان جگہوں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اور اگر کوئی اس اختصاص کو اٹھا دے تو اس کی بعینہ یہ مثال ہو گی کہ کوئی شخص کعبۃ اللہ کو چھوڑ کر کسی اور مقام کو حج کے لئے معیّن کر دے یا شعبان میں رمضان کے روزے رکھے وغیرہ۔

بیت المقدس کا صخرہ

بیت المقدس کا صخرہ ایک قابلِ احترام جگہ ہے لیکن اس پر اجماع ہے کہ حجرِ اسود کی طرح اس کو بوسہ نہیں دینا چاہیئے۔ بلکہ صخرہ کے نزدیک نماز پڑھنے اور دعا مانگنے کی بھی کوئی خاص فضیلت نہیں بلکہ جس مسجد کو حضرت عمرؓ بن الخطابؓ نے مسلمانوں کے لئے وہاں پر بنایا۔ اس کے قبلہ میں نماز پڑھنا صخرہ کے نزدیک نماز پڑھنے اور دعا مانگنے سے افضل ہے۔

حضرت عمرؓ اور صخرہ

حضرت عمرؓ نے جب یروشلم کا شہر فتح کیا تو آپ نے کعب الاحبار سے مشورہ لیا کہ مسلمانوں کے لئے کہاں پر مسجد بنائی جائے؟ کعب الاحبار نے آپ کو مشورہ دیا کہ صخرہ کے پیچھے اس کا تعمیر کرانا مناسب ہو گا۔ حضرت عمرؓ اس سے اس طرح مخاطب ہوئے کہ۔ اے یہودیہ کے بیٹے! ابھی تک تمہارے عقائد اور خیالات میں یہودیت سرایت کئے ہوئے ہے۔ میں تمہارا یہ کہا نہیں مانوں گا بلکہ صخرہ کے سامنے اپنی مسجد بنواؤں گا اس کے بعد انہوں نے یہ مسجد تعمیر کرائی جس کو عام لوگ "مسجد اقصیٰ" کہتے ہیں۔ آپ نے نہ تو صخرہ کو ہاتھ لگایا اور نہ اس کو بوسہ دیا اور نہ

Scanned with OKEN Scanner

اس کے پاس نماز پڑھی۔

صحیح بخاری میں آپ کا یہ قول منقول ہے کہ جب آپ نے حجر اسود کو بوسہ دیا تو اس طرح گویا ہوئے: "خدا کی قسم! میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے جو نہ نفع دے سکتا ہے اور نہ ضرر پہنچا سکتا ہے، اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا ہوتا کہ تجھے انہوں نے بوسہ دیا تو میں تجھے ہرگز نہ چومتا۔"

سلف صالحین کا طرزِ عمل

عبداللہ بن عمرؓ جب مسجد اقصیٰ میں وارد ہوتے تو وہاں نماز پڑھتے لیکن صخرہ کے پاس نہیں جاتے تھے، دوسرے سلف صالحین کا بھی یہی دستور العمل تھا۔ اسی طرح وہ حجرۂ مبارک جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک ہے یا وہ حجرہ جس میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام مدفون ہیں اور دوسرے حجرے جن میں کوئی نبی یا مرد صالح مدفون ہے، اس کو ہاتھ لگانا یا بوسہ دینا مستحب نہیں۔ اس پر آئمہ دین کا اتفاق ہے بلکہ اکثروں نے اس سے منع کیا ہے، لیکن اگر کوئی ان کو سجدہ کرے یا صاحبِ قبر کو اس طرح مخاطب کرے جس طرح اللہ تعالیٰ کو مخاطب کیا جاتا ہے، مثلاً یہ کہ میری تقصیرات معاف فرماؤ، یا مجھ کو دشمن پر فتح دو وغیرہ تو اس کا یہ قول اور فعل کفر ہے۔

نیاز چڑھانا

عوام الناس کا یہ عقیدہ اور عمل ہے کہ بعض درختوں، پتھروں اور چشموں کو مقدس سمجھتے اور ان کے لیے نذریں مانتے اور ان پر نیاز چڑھاتے ہیں۔ بعض لوگ ان پر چیتھڑے

لٹکاتے ہیں یا کسی درخت کے پتے لے کر اس سے تبرک حاصل کرتے ہیں یا ان چیزوں کے پاس نماز پڑھتے ہیں وغیرہ وغیرہ یہ سب باتیں سخت ناپسندیدہ بدعت ہیں۔ ایسا کرنا اعمالِ جاہلیت میں سے ہے، اور یہ شرک کے ذرائع ہیں، جن کا سدّباب کرنا نہایت ضروری ہے۔

ذاتِ انواط

صحیح بخاری میں یہ روایت موجود ہے کہ مشرکین ایک درخت پر اپنے ہتھیار لٹکایا کرتے تھے اور وہ درخت ان کے ہاں "ذاتِ انواط" کے نام سے مشہور تھا۔ بعض لوگوں نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جس طرح ہمارے حریفوں کا ایک "ذاتِ انواط" ہے اسی طرح ہمارے لئے بھی ایک ذات انواط مقرر فرمائیں۔ آپؐ نے یہ سن کر اللہ اکبر کا نعرہ بلند فرمایا اور فرمانے لگے "یہ تو تم نے ایسی بات کہی جیسے کہ بنی اسرائیل نے جن کے رگ و ریشہ میں شرک سرایت کئے ہوئے تھا، حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا تھا۔

یٰمُوسَى اجْعَل لَّنَا إِلَٰهًا — اے موسیٰؑ! ہمارے لئے بھی ایک خدا

كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ ۚ (الاعراف ۱۳۸) — بنا دو جس طرح ان لوگوں کے خدا ہیں

بیشک تم پہلے لوگوں کے نقشِ قدم پر چلو گے اور اُن سے ایک انچ بھی پیچھے نہیں رہو گے، یہاں تک کہ اگر کوئی ان میں سے گوہ کے سوراخ میں داخل ہوا ہے تو تم بھی ویسا کرو گے اور اگر کسی نے راستے میں اپنی بیوی سے مجامعت کی ہے تو تم بھی اس کی تقلید کرو گے

بیعت الرضوان

نیز ایک صحیح روایت میں ہے کہ حضرت

عمرؓ سے کسی نے کہا کچھ لوگ اس درخت کے پاس جاکر نماز پڑھنا چاہتے ہیں جس کے نیچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے مقام پر بیعت الرضوان کی تھی۔ حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ اس درخت کو کاٹ دیا جائے۔ علماء دین کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی ان جگہوں میں سے کسی جگہ کے لئے نذر کرے تو اس کا پورا کرنا واجب نہیں کیونکہ ان جیسے مقامات میں نماز ادا کرنے یا دوسری عبادت بجالانے کی کوئی خاص فضیلت نہیں۔

انبیاء و صلحاء کے مقدس مقامات ان باتوں کے ردّ و ابطال کا اصول یہ ہے کہ شریعت اسلام نے اللہ تعالیٰ کی عبادت نماز، دعا اور خدا کی یاد کے لئے مسجدوں کے بغیر اور کوئی جگہ مقرر نہیں فرمائی البتہ مشاعر حج، جہاں پر حج کے اعمال بجالائے جاتے ہیں اس عموم سے مستثنیٰ ہیں لیکن انبیاء اور صالحین کے مزارات یا وہ جگہیں جو کسی نہ کسی طرح ان کی طرف منسوب ہیں۔ یا ان کی عبادت گاہیں از قسم کہوف و مغارات (وہ کھوئیں جو پہاڑوں میں ہوتی ہیں) یا کوہ طور پر جس پر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہمکلام ہوئے تھے یا غارِ حرا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبل از بعثت عبادت فرمایا کرتے تھے، یا وہ غار جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کے خوف سے ہجرت کے وقت میں چھپے تھے اور جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے، یا دمشق میں جبل قاسیون کا غار مغارۃ الدّم" کے نام سے مشہور ہے۔ اور وہ دو مقام جو اس کے مشرقی اور مغربی جانب واقع ہیں، جن میں سے ایک کو مقام ابراہیم اور

دوسرے کو مقام عیسیٰ کہتے ہیں، اور نیز اس قسم کے دوسرے مقامات جو مشرق و مغرب میں روئے زمین پر پھیلے ہوئے ہیں انکی زیارت کے لئے سفر کرنا مشروع نہیں، اور اگر کسی نے ان مقامات کی طرف جانے کی منت مانی تو باتفاقِ آئمہ اس پر ایفاء واجب نہیں۔

شدِ رحال صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بروایت ابو ہریرہ و ابو سعید وغیرہ رضی اللہ عنہم کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث ثابت ہے کہ مسجدِ حرام مسجد اقصیٰ اور میری مسجد کے بغیر اور کسی مقام کے لئے سفر نہ کیا جائے۔

ایک تاریخی واقعہ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ جب صحابہ کرام نے بلادِ شام و عراق اور مصر و خراسان کو فتح کیا تو انہوں نے کبھی ان مقامات کا قصد نہیں کیا اور نہ اُن کی زیارت کے لئے سفر کیا اور نہ ہی ان کو نماز پڑھنے اور دعا مانگنے کے لئے مخصوص کیا بلکہ وہ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین اور شریعت کے پابند تھے اور مسجدوں ہی کے آباد رکھنے میں مشغول رہتے تھے، جن کے حق میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ -	کون ہے ظالم تر اس شخص سے جو اللہ کی مسجدوں میں خدا کی یاد سے روکے!

دوسری جگہ ہے۔

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ	بے شک اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو وہی شخص آباد رکھتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور روز

Scanned with OKEN Scanner

وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ وَلَمْ یَخْشَ اِلَّا اللّٰہَ (التوبہ - ۱۸)

قیامت پر ایمان لایا ہے، نماز کو قائم رکھتا ہے زکوٰۃ دیتا ہے اور سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کا خوف دل میں نہیں رکھتا۔

اور ارشاد ہوتا ہے

قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ وَ اَقِیْمُوْا وُجُوْھَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ (الاعراف - ۲۹)

اے محمد کہہ کہ میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے اور نیز یہ کہ تم ہر ایک ایسے وقت میں جب کہ مسجد کو جاؤ اپنے منہ کو سیدھا کر لو

اور فرمایا

وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰہِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا (الجن - ۱۸)

اور بیشک مسجدیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے مخصوص ہیں اس لئے ان میں اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی دوسرے کو مت پکارو

اسی طرح مساجد کے حق میں بے شمار آیتیں کلام مجید میں موجود ہیں۔

مساجد میں نماز پڑھنا

صحیح بخاری و مسلم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ کسی شخص کا مسجد میں نماز پڑھنا اس کے گھر میں نماز پڑھنے اور بازار میں نماز پڑھنے پر پچیس درجہ فوقیت رکھتا ہے کیونکہ جب کوئی شخص اچھی طرح وضو کر لیتا ہے اور پھر مسجد میں حاضر ہوتا ہے بشرطیکہ اس کے مسجد میں آنے کا سوائے نماز ادا کرنے کے اور کوئی باعث اور محرک نہ ہو تو اس کو ہر ایک قدم پر ثواب ملتا ہے۔ جب وہ قدم اٹھاتا ہے تو اُس کا ایک درجہ بلند ہوتا ہے اور جب قدم رکھتا ہے تو اس کا ایک گناہ کم ہوتا ہے۔ اور جب وہ بیٹھ کر نماز (جماعت) کا انتظار کرتا ہے تو جب تک وہ انتظار میں رہتا ہے، اس کو نماز میں شمار کیا جاتا ہے

Scanned with OKEN Scanner

اور جب وہ نماز پڑھ چکتا ہے تو جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ میں رہے ملائکہ اُس پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "بارخدایا! تو اس کو بخش دے، بارخدایا! تو اس پر اپنی رحمت نازل فرما"

مشاہد کے لئے سفر کرنا

جو شخص کسی نبی کی قبر یا دوسرے مشاہد کے لئے سفر کرے اس کے بارے میں متاخرین نے اختلاف کیا ہے۔ محققین کا قول ہے کہ یہ سفر معصیت ہے اور نماز کا قصر کرنا اس میں جائز نہیں۔ جیسے کہ دوسرے سفر ہائے معصیت میں قصر جائز نہیں ابن عقیل وغیرہ نے اس بات کی تصریح کی ہے۔ ابوعبیداللہ بن بطہ نے لکھا ہے کہ یہ ایک نو پیدا بدعت ہے بلکہ اگر کوئی ان مقامات میں نماز پڑھنے یا دعا مانگنے کا قصد کرے تو اس کی بھی شریعت غرا میں کوئی اصلیت نہیں، اور نہ ہی سابقین اولین (صحابہ اور تابعین) میں سے کسی نے نماز پڑھنے یا دعا مانگنے کے لئے ایسے مقامات کا قصد کیا۔

صحابہ اور تابعین کا طرز عمل

صحابہ اور تابعین صرف مسجدوں کا قصد کیا کرتے تھے بلکہ جو مسجدیں غیر مشروع طور پر بنائی گئیں۔ مثلاً "مسجد ضرار" ان میں بھی نماز ادا کرنے سے پرہیز کرتے تھے۔ قال اللہ تعالیٰ:

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا	جن لوگوں نے ایک ایسی مسجد بنائی ہے جس کا
ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ	مقصد ضرر پہنچانا ہے اس کا محرک اور باعث
الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ	ان کا کفر اور مومنوں کے درمیان تفرقہ ڈالنے
حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ	کا خیال ہے اور ایک ایسے شخص کے لئے کمین گاہ
قَبْلُ ۭ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ	بنائی گئی ہے جو اس سے پہلے اللہ اور رسول

إِلَّا الْحُسْنٰى ط وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ٥ لَا تَقُمْ فِيْهِ أَبَدًا ط لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ط فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ أَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ٥ (التوبہ ۱۰۷-۱۰۸)

کے ساتھ لڑائی کر چکا ہے یہ لوگ قسمیں کھائیں گے کہ ہمارا ارادہ تو نہایت ہی اچھا تھا بحالیکہ اللہ تعالیٰ اس شہادت کا اظہار فرماتا ہے کہ بیشک وہ جھوٹے ہیں

تو اس مسجد میں مت کھڑا ہو یقیناً وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن تقویٰ پر ڈالی گئی تھی اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ تو اس میں کھڑا ہو اس مسجد میں ایسے لوگ ہیں جو پاکیزہ رہنا پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پاکیزہ رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

قبر کو مسجد بنانا

جو مسجدیں انبیاء اور صالحین کی قبروں پر بنائی گئی ہیں ان میں ہرگز نماز جائز نہیں، اور انکی تعمیر حرام ہے جیسے کہ اکثر آئمہ نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحاح اور سنن اور مسانید میں (حدیث کی کتابوں کی قسمیں ہیں) مستفیض طور پر ثابت ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے، بیشک جو تم سے پہلے قومیں گزری ہیں، وہ قبروں کو مسجدیں بنا لیتے تھے، میں تم کو آگاہ کرتا ہوں کہ تم ایسا مت کرو، بیشک میں تم کو اس سے منع کرتا ہوں

آپؐ نے اپنی مرض الموت میں فرمایا یہود اور نصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا تھا

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ کا اس فرمان سے مقصد یہ تھا کہ وہ اپنی امت کو ان افعال سے ڈرانا اور پرہیز کرانا چاہتے تھے۔ اور اگر یہ خوف نہ ہوتا تو آپؐ کی قبر کھلی جگہ میں بنائی جاتی آپؐ اس بات کو سخت ناپسند

کرتے تھے کہ آپؐ کی قبر کو مسجد ٹھیرالیا جائے۔

آپؐ کا حجرۂ مبارک جس میں کہ آپؐ مدفون ہیں مسجد سے خارج تھا جب ولید بن عبدالملک خلیفہ ہوا تو اس نے عمر بن عبدالعزیز کو لکھا جو اس کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا کہ مسجد نبویؐ کے حدود میں وسعت کی جائے چنانچہ اس نے ازواج مطّہرات کے حجروں کو جو مسجد کے مشرقی جانب تھے، خرید کر مسجد میں شامل کرلیا۔ اس طرح آپؐ کا مدفن مبارک بھی مسجد میں داخل ہوگیا۔ اور اس حجرے کو انھوں نے قبلے کی جانب میں کوہان پشت بنایا تاکہ کوئی شخص اس کی طرف نماز نہ پڑھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی قبر

اسی طرح جب مسلمانوں نے بلادِ شام کو فتح کیا تو ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی قبر پر سورسلیمانی موجود تھی جس میں کوئی شخص داخل نہیں ہوتا تھا اور نہ کوئی اس کی طرف نماز پڑھتا تھا۔ مسلمان لوگ اپنی نمازیں قریۃ الخلیل کی ایک مسجد میں پڑھا کرتے تھے۔ خلفائے راشدین کے عہد میں اور اس کے بعد بھی کچھ عرصہ تک یہی حالت رہی جس کے بعد سورسلیمانی کی دیوار میں سوراخ پڑ گیا اور پھر اس میں دروازہ بنایا گیا۔

خلاصہ کلام

الغرض تقریر مندرجہ بالا ان قبروں کے متعلق ہے جو درحقیقت انبیاء اور صالحین کی قبور ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ عام طور پر جو قبریں انبیاء علیہم السّلام کی طرف منسوب ہیں وہ جھوٹے طور پر انکی طرف منسوب کی گئی ہیں، جیسے ایک قبر جو نوح علیہ السّلام کی قبر کے نام سے مشہور ہے ابھی تھوڑی مدت ہوئی جاہلوں نے اس کو ظاہر کرکے مشہور کیا ہے اور حقیقت میں سفید جھوٹ ہے۔ اس میں ذرہ بھی شک نہیں۔

زیارتِ عسقلان

سائل نے منجملہ دوسرے مزارات کے زیاراتِ

عسقلان کی بابت بھی دریافت کیا ہے ۔ اس کو معلوم ہونا چاہیئے کہ عسقلان زمانہ قدیم یعنی عصرِ اول میں اسلامی خلافت کی ایک سرحد تھی اور سرفروش مسلمان جہاد کے انتظار میں رہنے کی غرض سے وہاں جا کر رہتے تھے (کیونکہ سرحدی مقامات پر جہاد کا موقع اکثر پیش آتا ہے) اسی طرح دوسرے سرحدی مقامات پر بھی مجاہدین اسی غرض کے لیے مقیم رہتے تھے جیسے کہ جبل لبنان سرزمین شام میں، اسکندریہ مصر میں عبادان اور قزوین وغیرہ عراق میں ۔ اسی طرح سرحدی مقامات میں رہ کر جہاد کے انتظار کرنے کو شرع کی اصطلاح میں رباط کہتے ہیں اور جس کی بابت اس آیت میں حکم دیا گیا ہے ۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۟ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

(آلِ عمران ۲۰۰)

اے مسلمانو! استقلال اور ثابت قدمی اختیار کرو دشمن کے مقابلے میں مضبوط رہو جہاد کے لئے تیار رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم کامیاب ہوگے ۔

صحیح مسلم میں بروایت سلمان فارسیؓ ایک حدیث ہے کہ خدا کے راستے میں ایک دن رات رباط کرنا پورے ایک مہینہ کے روزہ رکھنے اور قیام کرنے سے بہتر ہے، اور جو شخص رباط کی حالت میں مر جائے وہ مجاہد مرا اس کا عمل نیک اس کے بعد بھی جاری رہے گا ۔ اس کو جنّت میں رزق دیا جائے گا اور فتنے سے محفوظ رہے گا ۔

رباط حرمین کی خدمت سے افضل ہے

سُنن ابو داؤد وغیرہ حدیث کی کتابوں میں بروایت عثمانؓ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ ایک دن رباط میں رہنا دوسرے مقامات میں ہزار دن رہنے سے بہتر ہے۔ ابو ہریرہ رضہ کا قول ہے کہ اگر میں ایک رات رباط کی حالت میں رہ جاؤں تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ حجر اسود کے پاس شب قدر کی عبادت میں مشغول رہوں

انہی حدیثوں کی بنا پر علماء کا قول ہے کہ سرحدی مقامات پر رباط کی حالت میں رہنا حرمین شریفین کی خدمت سے بہتر ہے۔ کیونکہ رباط جہاد کی ایک قسم ہے، اور خدمت حرمین حج کی ایک قسم ہے اور تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ حج سے جہاد افضل ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ لَا يَسْتَوُونَ عِندَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِندَ اللَّهِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝ (التوبہ ۱۹ — ۲۰)

کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کو آباد رکھنا ایسا ہی خیال کیا ہے جیسے کوئی شخص اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتا ہے؟ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک برابر نہیں، اور اللہ تعالیٰ ظالموں کی قوم کو ہدایت نہیں بخشتا۔ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور جان و مال سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا، یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا درجہ رکھتے ہیں اور یہی لوگ

کامیاب ہوں گے۔

فضیلتِ رباط کی وجہ الغرض اُن سرحدی مقامات کو قابلِ تعظیم سمجھنے کی اصلیت یہ ہے جس کا ابھی بیان کیا گیا کچھ زمانہ گذرنے کے بعد اِن میں سے بعض مقامات پر تو کافروں نے قبضہ کر لیا، یا اہلِ بدعت اور فاسق فاجر لوگ وہاں رہنے لگے اور بعض ان میں سے ویران اور غیر آباد ہو گئے اور دوسرے مقامات کو رباط کی جگہ ہونے کی وجہ سے فضیلت حاصل ہو گئی کیونکہ پہلے مقامات کی فضیلت بھی اسی وجہ سے تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ جگہوں میں بذاتِ خود کوئی فضیلت نہیں ہوتی اس لئے تغیّرِ حالات کے بموجب اِن کے احکام بھی مُتبدّل ہوتے رہتے ہیں۔

دارالاسلام اور دارالکفر کی وجہ تسمیہ ایک ملک میں کافر رہتے ہیں اس لئے اس کو دارالکفر کہا جاتا ہے لیکن وہی لوگ جب اسلام اختیار کر لیتے ہیں تو اُن کی وجہ سے وہی سرزمین دارالاسلام کہلاتی ہے چنانچہ مکہ معظمہ ابتدا میں دارالکفر اور دارالحرب تھا لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فتح کیا تو وہ دارالاسلام بن گیا۔ اسی طرح ارضِ مقدسہ میں پہلے کافر اور جبار لوگ رہتے تھے جن کا قصہ سورۂ مائدہ کے پانچویں رکوع میں مفصل مذکور ہے، اور قرآن کریم میں اُس کو "دارالفاسقین" کہا ہے چنانچہ جب موسیٰ علیہ السّلام اور اس کی قوم کو اللہ تعالیٰ نے غرق ہونے سے نجات دی تو ان سے اسطرح خطاب فرمایا۔

سَاُورِیْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِیْنَ عنقریب میں تم کو نافرمان لوگوں کا ملک اور وطن دکھاؤں گا
(الاعراف - ۱۴۵)

اس وقت میں وہ ملک فی الواقع دارالفاسقین تھا، کیونکہ اُس میں خدا

کے نافرمان بندے رہتے تھے لیکن جب اس میں بنی اسرائیل کی قوم کے صالحین سکونت پذیر ہو گئے تو وہ ملک دار الصالحین بن گیا۔

کسی جگہ کا محمود و مذموم ہونا

یہ ایک ایسا اصول ہے جس کا پہچاننا نہایت ضروری ہے کیونکہ ایک ہی جگہ (شہر یا ملک) کے مکان کی حالت مختلف ہونے کی وجہ سے ایک وقت میں محمود اور قابلِ تعریف اور دوسرے وقت میں مذموم اور قابل نفرین ہوتی ہے۔ الغرض جگہوں کی خوبی یا عدم خوبی ہمیشہ ایک اضافی امر ہوتا ہے اور در اصل مدح یا ذم ایمان اور عمل صالح کے وجود اور عدم پر مرتب ہوتی ہے۔

انسان کی فضیلت کا انحصار

اسی طرح آدمیوں کی فضیلت بھی کچھ باپ دادا پر منحصر نہیں، بلکہ اس کا تعلق خود ان کے ذاتی کمالات اور خوبیوں، ایمان اور عملِ صالح سے ہے کلام پاک میں ارشاد ہوتا ہے

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ط

(الحجرات - ۱۳)

اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک ہی نر و مادہ سے پیدا کیا اور اس لئے تم کو قوموں اور گوتوں میں تقسیم کیا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو اس لئے نہیں کہ اس کے ذریعہ تم ایک دوسرے پر فخر کرو اور ایک دوسرے کی تحقیر کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کسی عربی کو کسی عجمی پر فضیلت نہیں اور نہ بالعکس اسی طرح کسی گورے چٹے کو کالے حبشی پر فوقیت حاصل نہیں امتیاز کی چیز صرف تقویٰ (اور نیک اعمال) ہے سب لوگ آدم کے بیٹے ہیں اور آدم

مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔

ابوالدرداءؓ اور سلمان فارسیؓ کے درمیان آنحضرت صلعم نے عقد مواخات کیا تھا۔ حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے میں سلمان فارسیؓ عراق میں حضرت عمرؓ کے نائب تھے اور ابوالدرداءؓ شام میں رہتے تھے موخر الذکر نے اول الذکر کو لکھا کہ آؤ پاک سرزمین میں چلے آؤ۔ سلمان فارسیؓ نے اس کے جواب میں لکھا کہ کوئی سرزمین کسی کو پاک نہیں بناتی، صرف نیک عمل ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو پاک اور مقدس بناتا ہے۔

عیسائیوں کی مشابہت

جب کسی کا قدم پھسل جائے اور وہ یہ کہے کہ "یا جاہ محمدؐ" یا للست نفیسہ، یا سیدی الشیخ فلان (یا غوث الاعظم وغیرہ) اس قسم کے الفاظ جن میں سوال اور استغاثہ پایا جاتا ہے۔ ایسا کہنا ناجائز اور شرک میں داخل ہے کیونکہ کوئی میت خواہ وہ نبی ہو یا ولی اُس کو حاجت کے وقت پکارنا، اُس سے دعا مانگنا، یا ان سے فریاد کرنا جائز نہیں، خواہ وہ پکارنے والا قبر کے پاس ہو یا اُس سے دُور۔ یہ فعل اور عمل عیسائیوں کے فعل اور عمل کے مشابہ ہے، جنہوں نے اپنے علماء اور مشائخ کو خدا مقرر کر رکھا، اور ایسے ہی لوگوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا ۝ الخ
(بنی اسرائیل - ۵۶)

اے محمدؐ! کہہ دے جن کو تم نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر خدا مقرر کر رکھا ہے اُن کو پکارو، جس کا کچھ بھی فائدہ نہیں کیونکہ یہ اشخاص نہ تو تمہاری تکلیف کو دُور

کر سکتے ہیں اور نہ کسی دوسرے کی طرف منتقل کر سکتے ہیں (آخر آیت تک)
ایک دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۝ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ (آلِ عمران - ۷۸ - ۷۹)

کسی بشر کو یہ حق حاصل نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو (اپنے الطافِ خسروانہ کا مورد بناکر) اپنی کتاب حکومت اور پیغمبری عنایت فرمائے اور (وہ ان عظیم نعمتوں کی ناشکری کرکے بجائے اس کے کہ لوگوں کو خدائے واحد لاشریک کی عبادت کیلئے بلائے) لوگوں سے یہ کہنے لگے کہ خدا کو چھوڑ کر تم میرے بندے بن جاؤ بلکہ وہ کہے گا کہ چونکہ تم کتاب اللہ کے عالم اور اس کے پڑھنے والے ہو اس لئے تم خدا پرست اور خدا کی طرف بلانے والے ہو جاؤ۔ وہ تم سے ہرگز نہیں کہے گا کہ تم ملائکہ اور انبیاء کو خدا بنالو۔ کیا جب تم مسلمان اور مطیع فرمان ہو چکے ایسی حالت میں وہ تم کو کافر ہو جانے کی تلقین کرے گا۔

ان امورِ شرکیہ کی کسی دوسری جگہ پر مزید تفصیل کی گئی ہے۔

لعنت و معصیت اسی طرح ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام یا کسی شیخ یا اہلِ بیت کے کسی آدمی کے لئے یا کسی ولی کی قبر کے لئے نذر کرنا اور منّت ماننا معصیت ہے جس کا ایفاء باتفاق آئمہ واجب نہیں بلکہ جائز نہیں کیونکہ حدیث صحیح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے منقول ہے کہ جو شخص طاعت کی نذر

مانے، اس کو ایفاء کرنا چاہئے لیکن اگر کسی نے خدا کی نافرمانی کرنے
کی منت مانی تو اس کو چاہیئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے۔

سنن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ
قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اور جو لوگ ان پر مسجدیں بناتے
اور چراغ جلاتے ہیں، ان پر خدا کی لعنت ہے۔

اس سے تم کو معلوم ہو گیا کہ جو لوگ قبروں پر مسجدیں بنائیں یا اُن
پر قندیلیں اور چراغ روشن کریں، وہ ملعون ہیں۔ اس لئے تم سمجھ سکتے
ہو کہ جو لوگ مزارات پر سونے اور چاندی کی قندیلیں رکھتے ہیں
اور سیم و زر کے شمعدان جلاتے ہیں وہ کس خلعت کے لائق ہوں گے
اور اس لئے جو شخص کسی نبی یا ولی کی قبر پر شمع جلانے یا اس کے لئے
تیل مہیا کرنے یا روپے دینے کی منت مانے، اس کی یہ نذر معصیت
ہے اور اس کا ایفاء جائز نہیں اور کیا اس نذر کی وجہ سے اُس پر
کفارتِ یمین لازم آتی ہے یا نہ؟

کفارتِ یمین

اس کے متعلق علمائے کرام کا اختلاف ہے۔ جو نذر
اس نے مانی ہے، اگر وہ اس کو خیرات و مبرّات کے
مستحقین میں تقسیم کر دے مثلاً تنگدست اور محتاج اہلِ اصلاح کی اس
سے دستگیری کرے تو وہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بہتر
اور بہت زیادہ مفید ہو گا۔ کیونکہ اس کا یہ عمل عملِ صالح شمار کیا
جائے گا جس کا اس کو ثواب ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کسی نیکی کرنے والے کا
اجر ضائع نہیں فرماتا۔ اللہ تعالیٰ اس متصدق کو ضرور جزا دے گا، جو
خالص اس کی خوشنودی کے لئے صدقہ دیتا ہے اور مخلوق سے اُس کا اجر

طلب نہیں کرتا۔ قال اللہ تعالیٰ:

وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى وَلَسَوْفَ يَرْضَى ۝ (الیل۔ ۱۷ تا ۲۱)

اس جلتی آگ سے اس بڑے پرہیزگار کو بچایا جائے گا جو اپنے نفس کی پاکیزگی کے لئے اپنا مال خرچ کرتا ہے۔ اس پر کسی کا احسان نہیں جس کا وہ بدلہ اتارنا چاہتا ہے وہ صرف اپنے برتر خدا کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس کو اس قدر ثواب دیا جائے گا کہ (جس سے) وہ خوش ہو گا۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَتَثْبِيتًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ۔ (البقرہ ۲۶۵)

جو لوگ اپنے مال کو دل کی مضبوطی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضامندی ڈھونڈنے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ ان کی مثال ایک باغ والوں کی ہے جو ٹیلے پر واقع ہے (اس سے آگے پوری مثال ہے جس کا ملحض یہ ہے کہ اس کا یہ صدقہ اچھی طرح پھلا اور پھولے گا اور بے انتہا اس کو اجر ملے گا۔)

صدقہ ابرار

ابرار کے صدقے کی تعریف میں اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے۔

إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ۝ (الدھر۔ ۹)

بیشک ہم تمہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کھانا کھلاتے ہیں اور تم سے کسی قسم کا بدلہ یا شکرگزاری نہیں چاہتے۔

غیر اللہ کا وسیلہ

اسی بنا پر کسی کو نہیں چاہیئے کہ غیر اللہ کے وسیلہ سے کسی سے سوال کرے مثلاً یہ کہے کہ حضرت ابو بکرؓ یا حضرت علیؓ کے واسطے مجھ کو دو؛ یا میں فلاں شیخ اور فلاں ولی کا تمہیں واسطہ دیتا ہوں، بلکہ دینے والے کو چاہیئے کہ صرف اس شخص کو اپنا صدقہ دے جو محض خدا کے لئے مانگے۔

تمام عباداتِ بدنیہ اور مالیہ مثلاً نماز روزہ اور صدقہ اور حج بیں خالص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو مدنظر رکھنا ایک مسلمان کا فرض موکد ہے۔ رکوع وسجود خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہو روزہ خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہو۔ حج خالص اسی کے گھر کے لئے ہو۔ دعا صرف اسی سے کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَّيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ (الانفال ۴۰) کافروں سے اس وقت تک لڑو جب کہ کچھ بھی فتنہ باقی نہ رہے اور جب کہ دین سارے کا سارا خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہو جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اخلاص کی تلقین فرماتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الانعام ۱۶۲) صاف کہدو کہ بیشک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی (یہ ایک ایسا جامع لفظ ہے جس میں انسان کے تمام اعمال اور اقوال آجاتے ہیں) اور میری موت خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام عالموں کا پرورش کرنے والا ہے۔

ایک اور آیت کریمہ ہے۔

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝ (الزمر ۱-۲)

یہ کتاب خدائے غالب اور حکیم کی طرف سے نازل کی گئی ہے، ہم نے تیری طرف اپنی کتاب کو سچے طور پر نازل فرمایا لہذا تم کو چاہیے کہ اپنے دین کو خالص کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔

اسلام کا نچوڑ

یہی اسلام کا اصل الاصول ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی دوسرے کی عبادت نہ کی جائے، اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طریقے کے مطابق کی جائے جس کی خود اس نے تعلیم فرمائی ہے۔ اپنی رائے اور بدعت پر عبادت مقبول نہیں۔

کلام پاک میں ہے۔

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۔ (الکہف ۱۱۰)

جو شخص اپنے رب سے ملاقی ہونے کی امید رکھتا ہے اس کو چاہیئے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب تعالیٰ کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے۔

نیز ارشاد ہوا ہے۔

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۔ (الملک ۲)

اللہ تعالیٰ نے موت اور زندگی بنائی تاکہ تم کو آزمائے، کون تم میں سے سب سے اچھے عمل کرتا ہے؟

فضیل بن عیاض رضؒ کا قول ہے کہ نیک اور اچھے عمل سے مراد وہی ہے جو بہت خالص اور بہت ٹھیک ہو حاضرین نے اس کا مطلب دریافت کیا تو آپ نے اس کی اس طرح تشریح کی عمل اگر خالص ہو اور اگر ٹھیک نہ

ہو (کتاب اور سنّت کے مطابق نہ ہو) تب بھی مقبول نہیں اور اگر ٹھیک ہے لیکن خالص نہیں تب بھی مقبول نہیں ــــ اس لئے میں کہتا ہوں کہ بہت خالص اور بہت ٹھیک ہو۔

خالص اور ٹھیک عمل کی تشریح

اب خالص اور ٹھیک کی تشریح سُن لو۔ خالص وہ ہے جو محض اللہ تعالیٰ کے لئے ہو اور ٹھیک وہ ہے جو کتاب اور سنّت کے مطابق ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دین مقبول صرف اللہ کا دین ہے۔ جس کو اس کے رسول نے ہم تک پہنچایا اس لئے حرام وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا اور بتایا ہو اور دین وہی ہے جس کو اُسی نے نازل فرمایا ہے۔ جو لوگ دین میں نئی بدعتیں نکالتے ہیں وہ مشرکوں کے بھائی ہیں۔ کلام پاک میں ہے۔

أَمْ لَهُمْ شُرَكَاؤُا شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللهُ۔

کیا انھوں نے اپنے لئے خدا کے شریک مقرر کر رکھے ہیں جنھوں نے ان کے لئے ایک ایسا دین پیدا کیا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی۔

اس آیت کریمہ سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے خلاف اور اس کی اجازت کے بغیر کوئی نئی راہ نکالتے ہیں وہ مشرک ہیں۔

رہبانیت

مشرکوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے جا بجا اس لئے مذموم بتایا ہے کہ انھوں نے دین میں نئی راہیں نکالیں رہ بہے زبانی تو وہ بھی آپ کو دین ابراہیمؑ کا پیرو سمجھتے تھے) اور ایسی چیزوں کو حرام ٹھہرایا جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں فرمایا تھا۔ مثلاً

بحیرہ اور سائبہ وغیرہ عیسائیوں نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر رہبانیت اختیار کی تھی لیکن چونکہ ان کا یہ فعل اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی تعمیل نہیں تھا اس لئے اسلام نے اس کا ابطال کیا کہ لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔

تمام انبیاء کا دین

اسلام، تمام رسل اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کا دین ہے اور اس کا ملخص اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی اور اسی کے فرمان کے آگے گردن جھکانا ہے جس شخص نے تدبّر کے ساتھ قرآن کریم پڑھا ہے اس کو معلوم ہے کہ تمام مشہور انبیاء نے مسلم ہونے پر فخر کیا ہے۔ سورۂ یونس میں اوّل الرسل حضرت نوح علیہ السّلام کا قول منقول ہے کہ

وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝ (یونس - ۷۲) مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمان ہوں

پہلے سیپارے کے آخری رکوع میں اس بات کی تصریح ہے کہ ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السّلام اور بنی اسرائیل کے جدِّ امجد حضرت یعقوب علیہ السّلام نے اپنے بیٹوں سے ان الفاظ میں وصیت کی تھی کہ

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ لَكُمُ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ (البقرہ - ۱۳۲) بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک خالص دین (دینِ اسلام) پسند کیا ہے اس لئے تم کو چاہیئے کہ مسلمان ہو کر مرو۔

Scanned with OKEN Scanner

حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اپنی قوم سے اس طرح خطاب کیا تھا کہ

فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوٓا إِن كُنتُم مُّسْلِمِينَ ٥ (یونس۔ ۸۴) اسی اللہ پر بھروسہ رکھو اگر تم مسلمان ہو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے حواریّن کا قول ہے۔

وَاشْهَدْ بِأَنَّنَا مُسْلِمُونَ ٥ (المائدہ ۱۱۱) اور تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں

صحیحین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے کہ

اِنَّا مَعَاشِرَ الاَنبِیَاءِ دِینُنَا وَاحِدٌ، ہماری پیغمبروں کی سب جماعت کا ایک ہی دین ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

آئینہ

جمعیۃ اہلِ حدیث جموّں وکشمیر

جمعیۃ کی تاسیس	سنہ ۱۹۲۴ء
جمعیۃ کا پہلا نام	انجمن اہلِ حدیث
جمعیۃ کا دوسرا نام	جمعیۃ اہلِ حدیث جموّں وکشمیر

جمعیۃ کے مراکز

ضلع مراکز	۱۴	اساتذہ کلیات	۱۸
تحصیل مراکز	۴۹	مکاتب ومساجد	۶۰
اکائیاں	۳۵۰	اساتذہ مکاتب ومساجد	۶۰
مساجد	۲۰۰	طلبار مکاتب ومساجد	۱۲۰
ائمہ وخطبار	۲۰۰	مکتبہ جات	۲
گشتی مبلغین	۱۰	عملہ مکتبہ جات	۳
مدارس عصریہ	۱۱	لائبریریاں	۱۰۰
طلبار مدارسِ عصریہ	۲۲۵۰	اخبار ورسائل (اخبار مسلم)	۱
اساتذہ مدارسِ عصریہ	۹۳	تعداد مطبوعات کتب	۲۵
کلیات عربی	۱	مرکزی لائبریری	۱
طلبار کلیات	۱۰۰		

آئندہ کے منصوبے

۱۔ طبّیہ کالج کا قیام
۲۔ ایک اسلامی یونیورسٹی کا قیام
۳۔ ایک پرنٹنگ پریس
۴۔ یتیم خانہ
۵۔ مسافر خانہ وسرائے
۶۔ ایک علمی ادبی میگزین کا اجرار

سلفیہ مسلم ایجوکیشنل اینڈ ریسرچ ٹرسٹ جموں وکشمیر

کی جانب سے شائع ہو کر مفت تقسیم ہونے والی کتابوں کی ایک جھلک

۱۔ کلمہ طیبہ
۲۔ اتباعِ رسولؐ
۳۔ ہندوستان میں اشاعتِ اسلام
۴۔ شیخ ابن باز کا پیغام مسلمانانِ عالم کے نام
۵۔ حقیقتِ شرک
۶۔ وجود باری تعالیٰ کا علمی ثبوت
۷۔ عقیدۂ توحید
۸۔ ائمہ سلف اور اتباعِ سنت
۹۔ اسلامی عقیدہ
۱۰۔ تبلیغی نصاب اور قرآنی تعلیمات
۱۱۔ تعویذ محمدی
۱۲۔ اصلی اہلِ سنت کون؟
۱۳۔ شرک کیا ہے؟
۱۴۔ وہ ایک سجدہ!
۱۵۔ قرآن اور جاہلیت
۱۶۔ توحید کیا ہے؟
۱۷۔ فضائلِ قرآن
۱۸۔ ہدایت و ضلالت
۱۹۔ درجات الیقین
۲۰۔ عقیدۂ طحاویہ
۲۱۔ مروجہ بدعات و رسوم کی حقیقت
۲۲۔ اختلاف سنت کے اسباب اور ان کا صحیح حل
۲۳۔ اطاعتِ رسولؐ کی شرعی حیثیت
۲۴۔ محفلِ میلاد
۲۵۔ مسلمان اور قبر پرستی
۲۶۔ تصوف کے چہرے مختلف ادوار میں
۲۷۔ مساجد میں شور وغل
۲۸۔ شرعی طلاق
۲۹۔ استنجا اور وضو کے احکام ومسائل
۳۰۔ فوز المرام فی قراۃ فاتحہ خلف الامام
۳۱۔ فلسفۂ قربانی با اصولِ قرآنی
۳۲۔ میں اہلِ حدیث کیوں ہوا
۳۳۔ اللہ تعالیٰ کا وجود ذی جود
۳۴۔ خمینی اور تشیع
۳۵۔ احسن الجزاء فی تحقیق مسائل العزاء
۳۶۔ حکم النبی بکفر من لا یصلی المعروف بے نماز کا رسالہ
۳۷۔ وہم ورسم اور شریعت
۳۸۔ ازالۃ الاشتباہ عن انوار الانتباہ
۳۹۔ قرآن خوانی اور ایصالِ ثواب
۴۰۔ ماہ ربیع الاول اور حب رسولؐ کے مظاہرے
۴۱۔ اہل تصوف کی کارستانیاں
۴۲۔ ہمارا امام صرف ایک یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
۴۳۔ طوفانِ نوح
۴۴۔ اقوالِ زریں
۴۵۔ تحفۂ صفر
۴۶۔ اسلام میں جرائم کی سزائیں
۴۷۔ پنجسورہ شریف
۴۸۔ قرآنی آیات کا جواب
۴۹۔ مسائل ماہ ربیع الاول
۵۰۔ زینت الصلوٰۃ
۵۱۔ تحقیق حرف ض (ضاد)
۵۲۔ بدعت اور سنت میں فرق

ملنے کا پتہ: مکتبہ مسلم بربرشاہ سری نگر ۱۹۰۰۰۱ (کشمیر)

امپیریل پریس دہلی

Scanned with OKEN Scanner

ہم وہی اسلام چاہتے ہیں جس کا عملی نمونہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا ہے۔

جمعیۃ اہل حدیث جموں وکشمیر ________

ایک مرتبہ کسی شخص نے امام ابو حنیفہؒ سے معلوم کیا کہ آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی مخالفت کرتے ہیں؟

امام ابو حنیفہؒ نے جواب دیا:

"ایسے شخص پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی مخالفت کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ان ہی کے ذریعہ تو ہمیں عزت بخشی ہے اور ان ہی کے باعث عذاب جہنم سے بچایا ہے۔"

(الانتقاء لابن عبد البر ص ۱۴۰، ۱۴۱)